کلمات

(ملفوظات حضرت سید شاہ حسین الدین احمد صافی قدس اللہ سرہ العزیز)

جامع

حضرت ڈاکٹر سید شاہ عبدالرشید احمد اختر منعمی رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل وتحشیہ

سید شاہ محمد صباح الدین چشتی منعمی



المکتبۃ العطائیہ، خانقاہ چشتیہ منعمیہ ابوالعلائیہ،
خانقاہ روڈ، رام ساگر، گیا (بہار)

کلمات

(ملفوظات حضرت سید شاہ حسین الدین احمد صافی قدس اللہ سرہ العزیز)

جامع

حضرت ڈاکٹر سید شاہ عبدالرشید احمد اختر منعمی رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل وتحشیہ

سید شاہ محمد صباح الدین چشتی منعمی

ناشر

المکتبۃ العطائیہ، خانقاہ چشتیہ منعمیہ ابوالعلائیہ، خانقاہ روڈ، رام ساگر، گیا (بہار)

فہرست

﴿مقدمہ﴾

از سید شاہ محمد صباح الدین چشتی منعمی

سجادہ نشین خانقاہ چشتیہ منعمیہ ابوالعلائیہ

حضرت والد ماجد و مرشد گرامی ولایت مآب حضرت سید شاہ غلام مصطفیٰ احمد چشتی منعمی ابوالعلائی قدس اللہ سرہ نے ایک روز مجھے کچھ خستہ کاغذات دیے اور فرمایا کہ "یہ حضرت والد ماجد (حضرت عمدۃ الصابرین سید شاہ حسین الدین احمد صافیؔ قدس سرہ) کے ملفوظات ہیں اسے پڑھو"۔ یہ ملفوظات بہت خستہ حالت میں تھے۔ میں نے بغور اسے پڑھا۔ مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ یہ نہایت اہم مضامین پر مشتمل ہے، اور اس میں خصوصیت یہ ہے کہ دقیق مسائل نہایت سہل انداز میں پیش کیے گئے ہیں کہ اس میں کوئی ابہام نہیں رہ جاتا ہے، میں نے اس مسودے کو صاف کیا۔ کئی جگہوں پر حضرت جامع علیہ الرحمہ نے عناوین قائم کیے ہیں بعض جگہوں پر میں نے بھی عناوین قائم کیے۔ متن کی ترتیب درست کی اور حواشی لگائے ہیں۔ ملفوظات کی حالت اور تحریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جامع نے حضرت قدس سرہ کے زمانہ حیات ہی میں اس یادگار کو لکھ لیا تھا، ترتیب بعد میں دی تھی۔ کیوں کہ آپ نے صاحب ملفوظ قدس سرہ کو "حضرت صاحب رحمہ اللہ" سے یاد کیا ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ حضرت قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ نے اسے ترتیب دیا ہے۔ مگر مجالس کی تاریخ کا التزام نہیں رکھا۔

یہ ملفوظات حضرت سید شاہ حسین الدین احمد صافیؔ قدس سرہ کے ہیں۔ اس کے جامع صاحبِ ملفوظ کے برادرِ پھوپھی زاد تھے، آپ کے مرید و مسترشد تھے اور آپ کی صحبتوں کے فیض یافتہ تھے۔ انہی صحبتوں میں سے چند مجالس کے فیوضِ ملفوظ اس میں محفوظ کیے گئے ہیں۔ آپ سے روحانی تعلیم و تربیت بھی پائی تھی، اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے تھے۔

﴿حضرت سید شاہ حسین الدین احمد صافیؔ قدس سرہ﴾

(۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء - ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء)

پیدائش......﴾

آپ کی پیدائش ۱۷/ربیع الاول ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۵ء کو اپنی نانہال چھوٹا شیخپورہ، ہسوا، ضلع نوادہ، بہار میں ہوئی تھی۔

تعلیم......﴾

جب آپ چار سال کے ہوئے تو اپنی والدہ کے ساتھ اپنی نانہال تشریف لے گئے حسبِ سنت آپ کی رسم بسم اللہ شریف انجام دی گئی۔ آپ نے کم عرصہ میں قرآن شریف ختم فرمایا۔ اردو کی ابتدائی و انتہائی تعلیم وہیں پوری فرمائی۔

پھر فارسی کی کتابوں میں گلستان و بوستان مولانا فصاحت حسین، ساکن تلہاڑہ سے شروع فرمائی۔ چند مہینوں میں یہ کتاب ختم کر کے بہارستان، نفحات الانس، منطق الطیر، الٰہی نامہ، اسرار نامہ، سکندر نامہ، جواہر الذات، انوار سہیلی، ظہوری پڑھ کر فارسی میں کامل دستگاہ حاصل فرمائی۔

عربی کی ابتدائی کتابیں حکیم مولانا سید محمد اسمٰعیل چواڑوی، ساکن نزہٹ اور مولانا

سید عبد اللہ بازید پوری وغیرہ سے پڑھیں۔ پھر اپنی خانقاہ کے مدرسہ نظامیہ میں مولینا ابوالحسن محمد پنجابی اور مولینا عبدالعزیز انبیٹھوی سہارنپوری، شاگرد مولانا عبدالحق خیرآبادی سے اصول وفروع، فقہ وفرائض وحدیث تفسیر وغیرہ علوم اسلامیہ متداولہ کی تکمیل فرمائی۔

اس وقت کی حکومت اور حکمرانوں کی زبان انگریزی تھی۔ اگرچہ اس وقت کے علماء ومشائخ انگریزی زبان کو ناپسند کرتے تھے، اور اسے سیکھنے سے پرہیز کرتے تھے، مگر آپ کی دوررس نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ اس زبان کے ذریعہ دین کا کام زیادہ ہوسکتا ہے۔ لہذا آپ نے اس زبان کے حصول کے لیے خود کوشش کی۔ انگریزی آپ نے بذات خود اپنی محنت اور کاوش سے سیکھی تھی۔ آپ کی تحریر نہایت خوش خط، پختہ ہوا کرتی تھی۔ انگریزی بھی آپ کی نہایت عمدہ تھی۔ آپ کی انگریزی کی تحریر وزبان بھی شاندار ہوا کرتی تھی۔

بیعت وتعلیم باطنی وکسب سلوک......

۱۳۲۵ھ میں حضور خواجۂ بہار حضرت سید شاہ عطا حسین فانؔی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۱۱ھ) کے عرس کے موقع پر ۱۷رشوال المکرّم کو سلسلہ ''چشتیہ خضریہ منعمیہ'' میں اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ نظام الدین احمد قدس سرہ (متوفی ۱۳۲۶ھ) سے مرید ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے۔ آپ نے کل تعلیماتِ روحانیہ وکسب سلوک اپنے والد گرامی سے حاصل فرمائی۔ ان کے علاوہ آپ کو اپنے جد اعلی خواجۂ بہار، محبوبِ رب العلمین، عمدۃ المتوکلین، حضرت سید شاہ عطا حسین فانؔی قدس اللہ تعالی سرہ العزیز سے اویسیت حاصل تھی۔ وہاں سے آپ کی روحانی دستگیری بھی ہوتی رہتی تھی۔

جانشینی......

☆ آپ (حضرت سید شاہ حسین الدین احمد صافؔی علیہ الرحمہ) اپنے والد حضرت سید شاہ نظام الدین احمد ساقؔی قدس سرہ کے وصال کے بعد ۱۳۲۶ھ میں آپ کے جانشیں ہوئے۔

☆ چونکہ **حضرت سید شاہ نظام الدین احمد ساقؔی قدس سرہ** کے والد حضرت سید شاہ غلام قطب الدین باقؔی قدس سرہ (متوفی ۲۹رذیقعدہ ۱۳۰۹ھ) کا جدّ امجد حضرت خواجۂ بہار سید شاہ عطا حسین قدس سرہ کے سامنے ہی وصال ہوگیا تھا، لہذا وہ اپنے جد امجد خواجۂ بہار سیدنا سید شاہ عطا حسین فانؔی قدس سرہ کے جانشیں ہوئے۔

☆ **خواجۂ بہار سیدنا سید شاہ عطا حسین فانؔی قدس سرہ** اپنے دادا سید الواصلین سید شاہ غلام حسین چشتی منعمی قدس سرہ (متوفی ۲۱رمحرم الحرام ۱۲۵۴ھ) کے جانشیں ہوئے۔ اپنی جانشینی کے تعلق سے اپنی تصنیف ''کنز الانساب'' میں آپ فرماتے ہیں:

''باید دانست حضرت جد ماجد من (حضرت سید الواصلین سید شاہ غلام حسین قدس سرہ) فرزندان فرزند خود دیدہ کردند۔ بعمر ہشتاد وشش سالگی انتقال۔ بسال پنجاہ وچہار ہجری بست یکم شہر محرم الحرام روز چہار شنبہ بود۔ وجدہ ماجدہ من بعد سیزدہ سال ہمان عمر کردند انتقال۔ بر حال خاکسار شفقت وعنایت ہر دو بود از دیگر فرزندان۔ وقت انتقال از خلافت وجانشینی کردند سرفراز۔ در وقت رحلت پدر بزرگوار خود دہ سالہ بودم''۔ (کنز الانساب ص ۲۷۹)

(ترجمہ) میرے جد ماجد (حضرت سید الواصلین سید شاہ غلام حسین داناپوری قدس سرہ) نے اپنے صاحبزادوں کی اولاد کو دیکھا ہے اور چھیاسی سال کی عمر میں ۱۲۵۴ھ ۲۱رمحرم الحرام بروز بدھ انتقال فرمایا۔ اور میری دادی مخدومہ نے تیرہ (۱۳) سال کے بعد اسی عمر میں انتقال فرمایا۔ خاکسار کے حال پر دونوں (دادا اور دادی) کی شفقت وعنایت دوسرے صاحبزادوں سے زیادہ

تھی۔انتقال کے وقت خلافت و جانشینی سے سرفراز فرمایا۔میں اپنے والد بزرگوار کی رحلت کے وقت دس سال کا تھا۔[کنزالانساب،ص۲۷۹]

☆ **حضرت سید الواصلین سید شاہ غلام حسین چشتی منعمی داناپوری** (متولد ۱۱۶۸ھ) اپنے والد حضرت سید شاہ ولی اللہ چشتی قدس سرہ کے جانشیں ہوئے۔

☆ اور آپ (**حضرت سید شاہ ولی اللہ چشتی قدس سرہ** [متولد ۱۱۳۴/ المتوفی ۱۱۸۰ھ]) اپنے والد سید المجذ وبین سید شاہ محمد یٰسین چشتی قدس سرہ العزیز کے جانشیں ہوئے

-

☆ اور آپ (**سید المجذ وبین سید شاہ محمد یٰسین چشتی قدس سرہ العزیز** [متولد ۱۰۹۷ھ/ متوفی ۱۱۷۲ھ]) کی ذات مجمع البحرین ہوئی ہے۔کیوں کہ آپ اپنے والد اور نانا حضور کے متفقہ و متحدہ جانشین ہوئے۔

والد کی طرف سے جانشینی......

☆ اس طرح کہ آپ (**سید المجذ وبین سید شاہ محمد یٰسین چشتی قدس سرہ العزیز**) جانشیں ہوئے اپنے والد حضرت سید محمد باصر قدس سرہ کے۔

☆ اور وہ (**حضرت سید محمد باصر قدس سرہ**) [التولد ۱۰۱۰ھ/ المتوفی ۱۱۲۵ھ] جانشیں ہوئے اپنے والد حضرت میر سید حسینی عرف شاہ حسینی قدس سرہ کے۔

☆ اور وہ (**حضرت میر سید حسینی عرف شاہ حسینی قدس سرہ**) جانشیں ہوئے اپنے والد حضرت سید اولیا قدس سرہ کے۔

☆ اور وہ (**حضرت سید اولیا قدس سرہ**) جانشین ہوئے حضرت میر سید صدر

جہاں قدس سرہ کے۔

☆ اور وہ (**حضرت میر سید صدر جہاں قدس سرہ**) سجادہ نشیں ہوئے اپنے والد حضرت سید قطب الدین قدس سرہ (متوفی ۹۳۵ھ) کے۔

☆ اور وہ (**حضرت سید قطب الدین قدس سرہ**) سجادہ نشیں ہوئے حضرت سید تقی الدین عرف سید بوڑھے قدس سرہ (متوفی ۸۹۹ھ) کے۔

☆ اور وہ (**حضرت سید تقی الدین عرف سید بوڑھے قدس سرہ**) سجادہ نشیں ہوئے اپنے والد حضرت سید جلال الدین قدس سرہ کے۔

☆ اور وہ (**حضرت سید جلال الدین قدس سرہ**) سجادہ نشیں ہوئے اپنے والد حضرت سید محمد کالپوی قدس سرہ کے۔

☆ اور وہ (**حضرت سید محمد کالپوی قدس سرہ**) سجادہ نشیں ہوئے حضرت سید جمال الدین قدس سرہ (متوفی ۷۷۳ھ) کے۔

☆ اور وہ (**حضرت سید جمال الدین قدس سرہ**) سجادہ نشیں ہوئے اپنے والد حضرت سید علاء الدین قدس سرہ (متوفی ۷۳۰ھ) کے۔

☆ اور وہ (**حضرت سید علاء الدین قدس سرہ**) سجادہ نشیں ہوئے اپنے والد **حضرت خواجہ سید شاہ تاج الدین چشتی دہلوی قدس سرہ** (متوفی ۶۹۱ھ) کے۔

نانا کی طرف سے جانشینی......

☆ آپ (**سید المجذ وبین سید شاہ محمد یٰسین چشتی قدس سرہ العزیز**) سجادہ

نشین ہوئے اپنے نانا حضرت میر سید محمد محامد رضوی قدس سرہ کے۔

☆ اور وہ (**حضرت میر سید محمد محامد رضوی قدس سرہ**) سجادہ نشین ہوئے **حضرت مخدوم سید شاہ محمد جہانگیر رضوی قدس سرہ کے۔**

سجادہ نشینان

سجادہ نشینان خانقاہ چشتیہ منعمیہ ابوالعلائیہ، گیا (بہار) حضرت تاج الدین دہلوی مرید و خلیفہ خواجہ غریب نواز اور دوسری طرف اخی سراج علیہ الرحمہ کی نسبت حضرت سید شاہ یسین قدس سرہ میں آکر جمع ہوئیں۔ اور اسی طرح حضرت سید شاہ حسین الدین احمد صافی چشتی منعمی ابوالعلائی علیہ الرحمہ تک سلسلہ پہنچا۔

حضرت سید شاہ تاج الدین چشتی دہلوی قدس سرہ
حضرت سید علاء الدین قدس سرہ
حضرت سید جمال الدین قدس سرہ
حضرت سید شاہ تاج الدین چشتی دہلوی قدس سرہ
حضرت سید محمد کالپوی قدس سرہ
حضرت سید جلال الدین قدس سرہ
حضرت سید تقی الدین عرف سید بوڈھے قدس سرہ
حضرت سید قطب الدین قدس سرہ
حضرت میر سید صدر جہاں قدس سرہ
حضرت سید اولیا قدس سرہ
حضرت میر سید حسین عرف شاہ حسینی قدس سرہ

حضرت مخدوم سید شاہ محمد جہانگیر قدس سرہ
حضرت میر سید محامد رضوی قدس سرہ

حضرت سید المجذوبین سید شاہ محمد یسین قدس سرہ
حضرت سید شاہ ولی اللہ قدس سرہ
سید الواصلین حضرت سید شاہ غلام حسین قدس سرہ
خواجۂ بہار حضرت سید شاہ عطا حسین فانیقدس سرہ
حضرت سید شاہ نظام الدین احمد قدس سرہ
حضرت سید شاہ حسین الدین احمد قدس سرہ
حضرت سید شاہ حسام الدین احمد قدس سرہ
حضرت سید شاہ غلام مصطفیٰ احمد قدس سرہ
فقیر سید محمد صباح الدین چشتی منعمی غفر اللہ لہ

آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ نظام الدین احمد صافیؔ چشتی منعمی قدس سرہ کا وصال ۲ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ کو دانا پور میں ہوا۔وہیں آپ مدفون بھی ہوئے۔لہذا آپ کی سجادگی عمل میں آئی۔تمام مریدین ومتوسلین ومسترشدین کی زمام ارشاد وقیادت آپ کے ہاتھوں میں آئی،اور آپ نے اسے بحسن وخوبی انجام دیا۔بتیس سال (۳۲) آپ نے مسند سجادگی کو رونق بخشا۔دعوت اسلام،ارشاد حق،تخلیہ،تصفیہ،تجلیہ کے ذریعہ امت محمدیہ کے لیے ہدایت کا سامان کرتے رہے ۔رب سے لوگوں کو ملاتے رہے۔ولایت،عرفان و توحید کی تحقیق کراتے رہے۔ظرف قدح خوار کے مطابق نوازتے رہے۔دعوت وارشاد کے لیے آپ نے رسمی قدیمی اور غیر رسمی جدید طرز پر بھی مختلف مجالس اور طرز نو ایجاد فرمائے تھے۔

مدرسہ نظامیہ کی تجدید......

آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ نظام الدین احمد قدس سرہ نے اسے قائم فرمایا تھا۔جس میں آپ نے گیا و پٹنہ ومضافات کے رؤسا وزمینداروں کو جمع فرمایا تھا۔اور اس کو بام عروج پر پہنچایا تھا۔والد گرامی کے وصال کے بعد آپ نے اس مدرسہ کو بھی ترقی عطا فرمائی۔

حزب الفقرا......

خانقاہی نظام،تصوف وصوفیہ نیز اہل سنت وجماعت کی مخالفت میں آئے دن نت نئے شوشے چھوٹتے رہتے ہیں۔جس سے سادہ لوح مسلمانوں کے فساد اعتقاد کا بہت خدشہ تھا ۔اس کے دفاع کے لیے آپ نے مشائخ سے مشورہ لے کر تمام خانقاہوں کو یکجا کیا۔اور تمام

مشائخ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ایک جماعت ''حزب الفقرا'' کے نام سے بنائی۔اسی وجہ سے آپ کے ہم عصر مشائخ آپ کو ''وکیل المشائخ'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔اس کے تحت کئی بڑے اجلاس ہوئے۔

حلقہ نظامیہ......

خانقاہ عالیہ میں ہر ماہ کی سترہویں شریف کو اس حلقہ کی مجلس منعقد ہوتی۔جس میں آپ کے علاوہ دیگر علماء وصوفیہ کے مواعظ تقاریر ومقالے پڑھے جاتے تھے۔

لاوارث میت کی تدفین......

حلقہ نظامیہ کے ضمن میں مسلمانوں کی لاوارث لاشوں کی تکفین وتدفین کا بھی انتظام ہوا کرتا تھا۔جس کے لیے آپ تمام سرکاری ہسپتالوں اور جیل یا جہاں بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کی لاوارث میت ہے،اس کے لیے تدفین وتکفین کی باقاعدہ تحریری اجازت لے کر تجہیز وتکفین و تدفین کا انتظام کیا کرتے تھے۔جس کا پورا خرچ خانقاہ برداشت کرتی تھی۔

مطبع منعمی......

تبلیغ کا ایک بڑا ذریعہ تحریر ہے۔کتب خانوں میں محفوظ سرمایہ کی اشاعت کر کے منظر عام پر لانے کے لئے اپنے ذاتی صرفے سے پریس قائم کیا اور اس سے کام شروع فرمایا ۔قلیل مدت کے باوجود کافی حد تک جدید وقدیم اسلامی لٹریچر شایع کر کے عوام کے سامنے پیش کردیا۔

اُخلاق حسنہ......

آپ بہت ہی متوکل،صابر،راضی بہ رضائے الٰہی تھے۔چہرہ بہت بارعب تھا کہ

پہلی ملاقات میں لوگوں پر ان کی ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ لیکن جب زبان فیض ترجمان سے شفیقانہ اور نرم کلام صادر ہوتا تو ہیبت کی جگہ دل میں محبت و عقیدت آجایا کرتی تھی۔ آواز رعب دار تھی لیکن آپ کے سینہ میں بہت ہی دردمند دل تھا۔

عبادت وقیام لیل ......

عبادت و ریاضت سے آپ کو خاصہ شغف تھا۔ شب بیداری، قیام لیل کی آپ کو عادت تھی۔ دن کو دعوت خلق الی الحق اور رات کو یاد حق میں مصروف رہنا آپ کو محبوب تھا۔ جناب سلطان احمد صاحب مرحوم (ابن حضرت ڈاکٹر سید شاہ عبد الرشید اختر منعمی علیہ الرحمہ) نے فرمایا کہ میں حضرت کے پیر دبایا کرتا تھا۔ دباتے وقت ایڑیاں اور تلووں کو دیکھتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ حضرت! یہ آپ کی ایڑیاں کس طرح پھٹ گئیں؟ ہماری ایڑیاں تو ٹھیک ہیں۔ آپ بہت نرم لہجے میں کہتے کہ نماز میں دیر تک کھڑے رہنے سے ایڑیاں پھٹ گئی ہیں۔ آہستہ آہستہ انہیں دباؤ۔

مہمان نوازی......

کوئی مسافر آتا اور ٹھہرنے کا خیال کرتا تو اس کی پذیرائی کی جاتی کھانے پینے کا خیال رکھا جاتا۔ سفر خرچ دے کر واپس بھیجا جاتا۔ اگر کوئی حاجتمند سوال کرتا کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں میں مسافر ہوں مجھے فلاں جگہ جانا ہے تو آپ اس کی حاجت پوری کرنے کے لیے کسی کو ساتھ کر دیتے کہ جاؤ جا کر ان کے منزل مقصود کے لیے ٹکٹ کٹوا دینا اور جب گاڑی کھل جائے تو ان کے ہاتھوں میں ٹکٹ اور کچھ پیسے زادراہ کے لیے دے دینا۔

کبھی کبھی ایسے بھی لوگ آئے جن کو مسجد میں ٹھہرنے کی اجازت دی جاتی اور

جاڑے کی رات میں اوڑھنے کے لیے کمبل دیا جاتا اور صبح کو وہ مع کمبل کے بغیر بتائے ہوئے روانہ ہو جاتے۔ حضرت سن کر ہنس دیتے اور خاموش رہتے اور کہتے کہ اس کو کمبل کی ضرورت ہوگی اسی لیے لے گیا۔

آپ کا دسترخوان ہمیشہ وسیع رہا آپ رات کے کھانے پر پٹنہ سے آنے والی آخری ٹرین کا انتظار کرتے کہ شاید اس سے کوئی مہمان آجائے۔ لہذا اگر کوئی آگیا تو شامل کر لیتے اگر کوئی نہ آیا تو کھانا تناول فرماتے۔

خانقاہ چشتیہ منعمیہ ابوالعلائیہ کے سجادہ نشین کے معمولات میں کچھ ایسے وظائف ہیں جس کے پڑھنے میں مچھلی کھانا ترک کرنا پڑتا ہے۔ لہذا آپ خود تو تناول نہیں کرتے تھے مگر دوسروں کے لیے بنوا دیا کرتے تھے اور کئی مرتبہ اپنے ہاتھوں سے لوگوں کے درمیان تقسیم کیا ہے۔

تصرف......

آپ کے عزیزوں میں حضرت ڈاکٹر سید عبد الرشید اختر منعمی علیہ الرحمہ، حضرت سید شاہ حسام الدین منعمی علیہ الرحمہ، حضرت سید ابوالخیر منعمی علیہ الرحمہ نوجوانی کے دنوں میں بیتھو شریف سے براہ ''پھلگو'' ندی خانقاہ آرہے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ درمیان ندی میں کئی چڑیلوں نے آگھیرا۔ وہیں سے ان لوگوں نے حضرت کو پکارا۔ ادھر حضرت صحن خانقاہ میں استراحت فرما رہے تھے۔ دفعتاً اٹھ بیٹھے اور اس طرف متوجہ ہو گئے۔ ادھر وہ چڑیلیں چیختی ہوئی بھاگیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوگ حاضر خانقاہ ہوئے۔ حضرت نے ان لوگوں کی تنبیہ فرمائی کہ ندی سے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا تم لوگوں کے لیے ہر وقت میں دور بین لگائے بیٹھا رہوں؟

مقبولیت......

شہر میں آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو گیا کے سرکاری دفاتر مع کورٹ نصف دن بند رہے۔

سارق الطریقت......

ایک بار آپ اپنے سجادہ پر تشریف رکھے کچھ تحریر فرما رہے تھے۔ایک صاحب جو اکثر آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے،حاضر ہوئے۔سلام ومصافحہ کے بعد وہ سامنے بیٹھے۔آپ پھر تحریر میں مشغول ہو گئے۔تھوڑی دیر کے بعد آپ کو قلب میں کچھ بےچینی محسوس ہوئی۔آپ نے سر اٹھا کر دیکھا کہ وہ صاحب سر جھکائے بیٹھے ہیں۔آپ سمجھ گئے کہ ''یہ سارق الطریقت'' (طریقت کے چور) ہیں سرقہ میں مشغول ہیں۔آپ نے **عَلٰی مُحَمَّد صَلّی اللّٰہ** کی ضرب لگائی معاملہ برعکس ہو گیا۔وہ آپ کے قلب سے نعمات سینہ سرقہ کرنا چاہ رہے تھے،مگر ایک ہی ضرب میں یہ کیفیت ہوئی کہ اپنا رومال وعصا وغیرہ چھوڑ کر ''آگ لگی آگ لگی'' چیختے ہوئے بھاگے آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ''بس ایک ہی ضرب میں میدان چھوڑ دیا''۔

وضع قطع......

میانہ قد،جسم پر گوشت،بڑی دراز داڑھی،سر پر عمامہ،جسم پر کرتا،اور علی گڈھ کٹ پاجامہ استعمال کرتے تھے۔سفید سلیم شاہی جوتی پاؤں کی زینت ہوتی۔شیروانی پر عمامہ ضرور باندھا کرتے۔اور زیادہ تر سبز رنگ کا عمامہ ہوتا،مگر عام دنوں میں پلے کی ٹوپی پہنا کرتے تھے۔خاص خاص موقع جیسے عرس اعراس پر اچکن پہنا کرتے تھے۔

مولینا حشمت علی خاں صاحب کی حاضری......

۱۹۳۵ء میں دیوبندیوں اور اہلسنت وجماعت کے مابین گیا شہر میں مناظرہ ہوا تھا۔جس میں اہلسنت وجماعت کو فتح نصیب ہوئی۔دیوبندیوں کی طرف سے مولوی منظور نعمانی تھے اور اہل سنت وجماعت کی جانب سے شیر بیشۂ اہلسنت مولینا حشمت علی خاں صاحب مناظر تھے۔آپ نے مولینا کو رقعہ بھیج کر ناشتہ کی دعوت دی۔مولینا کو کسی نے عناداً یہ بتایا کہ آپ اہل سنت وجماعت کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔لہٰذا انہوں نے ایک سوال حضرت کو لکھ بھیجا کہ اس کا جواب دیجئے۔حضرت نے رقعہ دیکھا اور جواباً تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

نصلی علی رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

اقوال مذکورہ مندرجہ بالا میرے عقیدہ میں بلا شبہ کلمات کفریہ ہیں۔مجموعہ فتاوی حسام الحرمین کو میں نے دیکھا ہے یہ کل فتاوی حق ہیں۔ہر مسلمان کو اس کا ماننا ضروری ہے۔اور اسی کے مطابق عقائد درست کرنا چاہیے اور اسی کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔

والسلام

فقیر حسین الدین احمد منعمی ابو العلائی

خانقاہ منعمیہ،گیا

۶ر جولائی ۱۹۳۵ء''

جواب دیکھ کر مولانا بہت متاسف ہوئے کہ مجھے آپ کے بارے میں گمراہ کیا گیا۔اور حامل رقعہ سے کہا کہ ''میں ضرور بالضرور حاضر ہوں گا'' وقت مقررہ پر تشریف لائے۔مگر

بگھی کو مغربی سڑک پر ہی چھوڑا اور پیدل خانقاہ تشریف لائے۔ تشریف آوری کی خبر ملتے ہی حضرت اپنے حجرہ سے نکلے خانقاہ کے دروازے پر ملاقات ہوئی۔ شیر بیشۂ اہل سنت آپ کے قدموں پر جھکنے لگے مگر آپ نے انہیں اٹھا کر معانقہ فرمایا اور آپ سے معذرت خواہ رہے کہ حضرت! آپ کے بدخواہوں نے مجھے آپ کے تعلق سے سخت غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ دیر تک گفتگو رہی۔ نماز کا وقت ہوا۔ حضرت نے آپ کو امامت کے لیے آگے بڑھایا مگر شیر بیشۂ اہل سنت اس بات پر مصر رہے کہ آپ کی اقتدا میں ہی نماز پڑھیں گے۔ آپ کی اقتدا میں ہی نماز ادا فرمائی۔

شیعۂ اولیٰ......

شہر گیا کے حکیم بڑے صاحب اور حکیم ننھے نواب نے، جو اہل تشیع سے تھے، ایک بار دریافت کیا کہ تعزیہ میں دو قبریں کیوں بنائی جاتی ہیں؟ وہاں موجود لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ ایک قبر امام حسن کی ہے اور دوسری امام حسین کی ہے۔ لیکن اس جواب سے حکیم ننھے نواب صاحب کی تشفی نہیں ہوئی۔ انہوں نے ایک رقعہ لکھ کر حضرت کے پاس بھجوایا تا کہ وضاحت ہو۔ حضرت نے جواباً فوراً لکھ دیا کہ دو قبریں اس لیے بنائی جاتی ہیں کہ حضرت امام حسین کا جسد مبارک کربلا میں دفن ہے اور سر مبارک مدینہ و بروایت مصر میں، اس لیے دو قبریں بنائی جاتی ہیں۔ اس جواب کو پڑھ کر حکیم ننھے نواب صاحب نے کہا کہ شاہ حسین الدین "شیعۂ اولیٰ" ہیں۔

وصال......

آخری دنوں میں آپ کافی بیمار رہتے تھے۔ آپ کو کاربنکل کا زخم نکل آیا تھا جس سے

آپ کا ضعف از حد بڑھ گیا تھا۔ ۲۹ر رمضان ۱۳۵۵ھ/۱۴ر دسمبر ۱۹۳۶ء بروز دوشنبہ آپ کے صاحبزادہ پیدا ہوئے جن کا نام غلام مصطفےٰ احمد رکھا۔ جب آپ کے صاحبزادہ نے اپنی توتلی زبان سے آپ کو ابّا کہا تو آپ نے فرمایا کہ "اب ابا کہاں" چند دنوں میں آپ کا وصال ہو گیا۔

ان دنوں آپ کو سفر آخرت کا یقین سا ہو گیا تھا۔ لہٰذا آپ نے اپنے منجھلے بھائی حضرت سید شاہ حسام الدین علیہ الرحمہ (متوفی ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء) کو ۱۹۳۹ء کے اوائل میں دہلی سے بلوالیا، جو جامعہ ملیہ اسلامیہ میں بحیثیت لائبریرین متعین تھے، اور جن کے ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب مرحوم (سابق صدر جمہوریہ ہند) سے بڑے گہرے روابط تھے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی کے قیام میں آپ کا بہت تعاون رہا ہے۔ آپ ڈاکٹر ذاکر حسین کے قریبی معاونین اور مشیران میں سے تھے۔

سید شاہ حسین الدین احمد صافی علیہ الرحمۃ نے ۱۸ر جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۵ر اگست ۱۹۳۹ء بوقت پونے نو بجے صبح کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور حسب وصیت خانقاہ عالیہ میں مدفون اپنے جد امجد خواجۂ بہار سید شاہ عطا حسین فانی علیہ الرحمۃ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

قطعہ تاریخ ارتحال

از سید ابو محمد حسن امام صاحب وارثی، رئیس گیا

شہ حسین الدین احمد صافیؔ و ہم منعمی — خانقاہ ابوالعلائی را کزو رونق فزود
سید و زاہد حلیم و متقی اہل قلم — با مروت با خدا و با وداد و باودود
ساعت نہ صبح شنبہ، ہیژدہ تاریخ را — در جمادِ آخری تسلیم جاں باحق نمود
عیسوی سال وصالش از حق و میم مدح — قرب جد و مرشد و مولائے خود حاصل نمود

چونکہ آپ کے اکلوتے صاحبزادے سید شاہ غلام مصطفےٰ احمد منعمی اُس وقت خورد سال تھے لہذا آپ کی فاتحہ چہارم کے موقع پر آپ کے سنجھلے بھائی حضرت سید شاہ حسام الدین چشتی منعمی علیہ الرحمۃ کو سجادہ نشیں قرار دیا گیا۔ آپ نے ۱۹۵۸ء کو بہ اشارۂ غیبی خانقاہ اور وہاں موجود کُل خاندانی تبرکات اپنے بھتیجے سید شاہ غلام مصطفےٰ احمد منعمی علیہ الرحمۃ کے سپرد کیا اور پاکستان ہجرت کر گئے۔

۱۹۵۸ء میں حضرت سید شاہ غلام مصطفیٰ احمد چشتی منعمی قدس سرہ سجادہ نشیں ہوئے۔ آپ کے ذریعہ ایک طویل عرصہ تک اس خانقاہ سے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہا۔ ۶؍ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۳۰؍ جنوری ۲۰۱۲ء کو آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی فاتحہ چہارم کے موقع پر اس فقیر کی سجادہ نشینی عمل میں آئی۔ اللہ اس ناچیز کو دین و تصوف کی بہتر صورت میں خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

رشحات علمی

حضرت سید شاہ حسین الدین احمد منعمی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی یادگاروں میں نثر و نظم دونوں ہیں۔ نثر میں آپ کے مکتوبات، ملفوظات اور کئی تصانیف موجود ہیں جن میں سے بیشتر آپ کی حیات میں ہی چھپ چکی تھیں۔ ان مطبوعہ کتابوں میں سے ایک ”تذکرۂ

فانؔی“ ہے جسے مصنف نے سنہ ۱۳۵۶ھ میں شائع کیا تھا۔ اس فقیر نے اسے اضافے کے ساتھ ”ذکر عطا“ کے عنوان سے ۲۰۰۰ء میں دوبارہ شائع کیا ہے۔ آپ کی تصانیف کی تفصیلی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے:

۱۔ تذکرۂ فانؔی (ذکر عطا) ......

یہ حضور خواجۂ بہار حضرت سید شاہ عطا حسین فانؔی قدس اللہ سرہ کی سوانح حیات ہے جو ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء میں لکھی اور طبع ہوئی ہے۔ بہت سہل زبان استعمال کی گئی ہے۔ اس میں آپ نے حضور خواجۂ بہار کی سوانح حیات، تعلیم، سلوک، روحانی فیوض، اسفار، خصوصاً سفر حج، حضور ﷺ کی بارگاہ میں حالت بیداری میں حاضری، مختلف بزرگوں سے اویسیت، اخلاق، سلسلہ اور نسبتوں کی تفصیلات درج فرمائی ہیں۔ اس میں آپ نے نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔ اسے اس فقیر نے ۲۰۰۰ء میں دوبارہ ”ذکر عطا“ کے نام سے طبع کرایا ہے۔ جس پر اس فقیر نے ایک مقدمہ کا اضافہ کیا ہے اور اخیر میں ایک ضمیمہ شامل کیا ہے جس میں آپ کے جانشینوں کے تذکرے لکھے ہیں۔

۲۔ بہار میں ابوالعلائی فیضان ......

۱۳۵۲ھ میں آپ نے اردو میں اسے تصنیف کیا۔ اور طبع کرایا۔ عنوان اس کے نام سے ظاہر ہے۔ چونکہ سلسلہ ابوالعلائی ایک الگ شان اور پہچان رکھتا ہے۔ اس کے مزاج میں انفرادیت ہے۔ لہذا اس کا فیضان ہندوستان میں کافی شائع ہوا اور بیرون ہند بھی خوب پھیلا۔ اس تصنیف میں آپ نے اس کی نشر و اشاعت پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ لہذا اس میں سلسلہ ابوالعلائیہ کے بنیادی اساطین ہی کا ذکر کیا ہے۔

۳۔ضمیمہ کیفیت العارفین ونسبت العاشقین ......

''کیفیت العارفین''،حضور خواجۂ بہار حضرت سید شاہ عطا حسین فانیؔ علیہ الرحمۃ کی فارسی تصنیف ہے جو ابو العلائی بزرگوں کے تذکروں پر مشتمل ہے ۔ اس میں آپ نے حضرت محبوب جل وعلا سیدنا امیر ابوالعلا قدس سرہ کے تذکرہ سے آغاز کیا ہے اور اپنے معاصرین تک کے ابوالعلائی بزرگوں کا تذکرہ لکھا ہے ۔ یہ تصنیف ۱۲۸۷ھ میں تکمیل کو پہنچی۔حضرت سید شاہ حسین الدین احمد صافیؔ قدس سرہ نے اپنے جدّ گرامی کی اس تصنیف کو ۱۳۵۱ھ میں شائع فرمایا۔اس کتاب کی ابتدا میں ایک دیباچہ اور اخیر میں ایک مبسوط ضمیمہ شامل فرمایا ہے۔ضمیمہ میں آپ نے حضور خواجۂ بہار کے کچھ ان ممتاز خلفائے ذی ارشاد کا تذکرہ درج کیا ہے جن کا ذکر ''کیفیت العارفین'' میں شامل نہ ہوسکا۔پھر آپ نے مصنف کے جانشینان کا تذکرہ کیا ہے۔ان میں حضرت سید شاہ نظام الدین احمد قدس سرہ کا تذکرہ کیا پھر اختصار کے ساتھ خودنوشت بھی لکھی ہے۔

۴۔خانقاہ داناپور ......

اس کتاب میں آپ نے ''داناپور'' کی روحانی تاریخ کو مختصراً واجمالاً تحریر فرمایا ہے ۔خانوادۂ باقری چشتی تاج بہشتی اور خانوادۂ رضوی کی آمد داناپور اور ان میں آپسی مصاہرت کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔پھر ان دونوں روحانی خانوادہ کا ایک ذات یعنی سید المجذ وبین سید شاہ محمد یسین قدس سرہ کی ذات میں باقری رضوی نسبتیں یکجا ہوگئیں۔اور دونوں خانقاہوں کی سجادگی اسی ایک ذات میں ضم ہوگئی۔جن کے سجادہ نشین حضرت سید شاہ عطا حسین فانیؔ علیہ الرحمہ ہوئے۔پھر بارگاہ نبوی ﷺ کے حکم پر آپ شہر گیا تشریف لے آئے۔بہر حال اس میں نہایت

اجمال کے ساتھ ''داناپور'' کی روحانی تاریخ تحریر کی گئی ہے۔

۵۔خلیفہ اور جانشین میں فرق......

اس میں مصنف نے خلیفہ،مجاز، جانشین وسجادہ نشین پر بحث کی ہے۔خلافت الٰہیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اس منصب کی اہمیت وفرائض وخدمات واضح فرمائی ہیں۔

۶۔مکتوبات......

آپ کے سیکڑوں خطوط ملتے ہیں جو اردو و فارسی میں ہیں۔آپ کے مریدین، متوسلین اور عزیزان آپ کو خطوط لکھتے۔آپ اخلاقی فریضہ سمجھتے ہوئے ان خطوط کا پابندی سے جواب دیا کرتے تھے۔ان میں سے ایک بڑی تعداد اُن خطوط کی ہے جو بغرض تعلیم وارشاد رقم کیے گئے ہیں۔ان خطوط کو اس فقیر نے جمع کیا ہے۔ان خطوط کی تدوین کا کام جاری ہے۔ان شاءاللہ جلد ہی یہ سارے خطوط طبع ہوکر منظر عام پر آئیں گے۔

۷۔ملفوظات......

آپ کے برادر عم زاد و مرید و مسترشد حضرت ڈاکٹر سید عبدالرشید اخترؔ منعمی علیہ الرحمہ (التوفی ۱۹۸۹ء) نے آپ کے ملفوظات جمع فرمائے ہیں۔آپ نے کئی مجالس کی یادداشت جمع فرمائی ہیں۔اور اسے ترتیب دے کر محفوظ فرمایا ہے۔جسے اس فقیر نے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ مرحلۂ اشاعت تک پہنچایا جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

۸۔مخدوم منعم پاک اور ان کے خلفا......

مجلّہ معارف (پھلواری شریف) میں ''مخدوم منعم پاک اور ان کے خلفا'' کے عنوان

سے سلسلہ وار کئی قسطوں میں یہ مقالہ شائع ہوا۔اس مقالے میں مقالہ نگار نے مخدوم منعم پاکباز رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۸۵ھ) کے خلفا کا تفصیلی تذکرہ پیش کیا ہے۔

۹۔تذکرۂ جلال الدین تبریزی......

حضرت مخدوم جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ ساتویں صدی ہجری کے سلسلہ سہروردیہ کے ایک عظیم الشان بزرگ تھے۔آپ کا مرقد بنگال میں ہے اردو زبان میں اس عظیم شخصیت پر کوئی کتاب نہیں تھی۔اس کمی کو دیکھتے ہوئے آپ نے فارسی اور انگریزی مآخذ کی مدد سے ان پر ایک کتاب ترتیب دی اور اسے "تذکرۂ جلال الدین تبریزی" کے عنوان سے ۱۳۵۶ھ میں شائع کیا۔

۱۰۔خانوادۂ زاہدیہ......

اس تفصیلی مقالے میں حضرت مخدوم بدرالدین بدر عالم زاہدی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۷۹۴ھ) کا تذکرہ اور اُن سے جاری زاہدیہ سلسلہ کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔یہ مقالہ اب تک طبع نہیں ہوا اور بشکل مسودہ خانقاہ عالیہ کے کتبخانے میں محفوظ ہے۔راقم اس کی تدوین کے بعد اس معرکۃ الآرا مقالے کو جلد ہی منظر عام پر لائے گا۔

۱۱۔پنڈوہ......

حضرت سید شاہ حسین الدین صافیؔ علیہ الرحمۃ والرضوان نے رجب ۱۳۵۴ھ کو پنڈوہ (بنگال) کا سفر اختیار کیا۔واپسی پر آپ نے اگست ۱۹۳۶ء کو ایک رسالہ "پنڈوہ" کے نام سے شائع فرمایا۔یہ دراصل ایک سفرنامہ ہے۔اس سفرنامہ میں پنڈوہ کی تاریخ، آثار قدیمہ اور درگاہ حضرت علاء الحق پنڈویؒ اور حضرت مخدوم نور قطب عالم پنڈویؒ کے بھی مختصر مگر

دلچسپ حالات درج کیے گئے ہیں۔

۱۲۔مخدوم منعم پاک......

اس میں حضرت مخدوم محمد منعم پاکباز علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۱۸۵ھ) کے روحانی سلوک اور باطنی عظمتوں کا تذکرہ ہے۔یہ ماہنامہ "گنجینہ" میں شائع ہوا تھا۔

۱۳۔گیا کی مسجدیں......

شہر گیا کی تمام معروف وغیر معروف مسجدوں کی تاریخ ترتیب دی ہے۔حتی الامکان مسجدوں کی تمام تفصیلات درج کرنے کی سعی کی گئی ہے مثلاً مسجد کا نام، کس محلہ میں واقع ہے، کب تعمیر ہوئی، اگر کوئی کتبہ ہے تو اس کی نقل، اس مسجد کی وقف جائدادوں کی تفصیل، آمدنی، متولی کا نام و پتا، مسجد کے متعلق کاغذات کی نقول و میونسپل نمبر، مسجد کے آباد و غیر آباد ہونے کی تفصیل وغیرہ دی گئی ہیں۔یہ تصنیف بصورت مسودہ خانقاہ کے کتابخانے میں موجود ہے۔

۱۴۔پاس انفاس......

یہ ایک مختصر مقالہ ہے جس میں اذکار خفی کی ایک قسم "پاس انفاس" پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔"پاس انفاس" کے معنی ہیں "سانسوں کی حفاظت"۔یہ ذکر خفی کی ایک قسم ہے جس میں سانسوں کی آمد و رفت سے "اللہ" کا ذکر کیا جاتا ہے۔اس ذکر میں سانس کی آمد و رفت پر اسم ذات یا صفات وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔یہ زبان سے نہیں بلکہ خیال کے ساتھ کرتے ہیں اس لیے ذکر خفی میں اس کا شمار ہوتا ہے۔یہ سلسلہ نقشبندیہ کا خاص ذکر ہے، لیکن دیگر اہل سلاسل بھی اس ذکر کا استعمال کرتے ہیں۔مصنف نے اپنے مقالے "پاس انفاس" میں اسی ذکر خفی کی تفصیلات بیان کی ہیں۔

۱۵۔شہادت......

یہ بھی ایک غیر مطبوعہ مقالہ ہے جس میں شہادت کی تفصیل اوراس کے تمام اقسام پر گفتگوفرمائی ہے۔

شاعری

آپ شاعری بھی فرمایا کرتے تھے۔آپ کی شاعری صوفیانہ ہوا کرتی تھی۔صافیؔ تخلص فرماتے تھے۔آپ کے یہاں آمد تھی آورد نہیں۔آپ کی شاعری کا کافی حصہ ضائع ہو چکا ہے جوتھوڑا حصہ بچا ہے اس میں سے کچھ بطور نمونہ پیش ہے۔

بارک اللہ کہ مستان ربیع الاول
سمت میخانہ چلے آتے ہیں لے کر بوتل
شکر صد شکر کہ مے خواری کا آیا موسم
ابر رحمت ہے سیراب ہر ایک سو عالم
پھر بہار آئی تر و تازہ ہوا نخل چمن
فرحت افزائے دل و جان ہے نسیم گلشن
سوئے میخانہ صبا مشک فشاں آئے ہے
دخت زر تاک میں میکش کے عیاں آئے ہے
وجد صوفی کی طرح رقص پیمانہ ہے
سر مینا سے ادا سجدہ شکرانہ ہے
حبذا مستی اذکار رسول عربی
اس کی مستی کو نہ پہونچے گی شراب عنبی

رکن دین تذکرہ شافع محشر ہے مگر
یہی وہ نشہ ہے جس کا نہیں جاتا ہے اثر
جام مئے ہے کہ یہ ہے ماہ ربیع الاول
جس کی رویت سے ہے مئے نوشوں میں برپا ہلچل
اللہ اللہ ہے ہر مست مجسم کی صدا
قلقل مینا میں صلِّ و سلِّم کی صدا
خواہش بادہ ہو اگر شوق سے آئیں مدہوش
یللی کہتے ہوئے جھومتے با جوش و خروش
پہلے ہی شب سے مئے پاک بدستور قدیم
منعمی میکدہ میں ہوتی ہے ہر شب تقسیم
مئے کہنہ ہے وہی طرز عطا بھی وہی
دل میں ہمرنگ قمر داغ وفا بھی ہے وہی
ساغر مئے بھی نئے رنگ کا ہر شب ہوگا
باقی ارمان نہ رہے ساقی کا وہ ڈھب ہوگا
بارہویں صبح کو ہو ذکر و بیان رحلت
فانی عشق کیوں نہو غم سے دگر گوں حالت
بعد اس کے ہے معاً زیارت آثار نبی
جس سے مقصود ہو برکات و تلافی غم کی
لحن یعقوب سے پھر بزم میں ہے جوش طرب

اس لئے عرض ہے صافی کی یہ با عجز و ادب
گر قدم رنجہ کنی جانب کاشانہ ما
رشک فردوس شود از قدمت خانہ ما

قطعات

بوریا بوئے ریا سے پاک ہے ہم فقیروں کی یہی املاک ہے
بادۂ الفقر فخری کا ہے دور اتباع سید لولاک ہے

قطعات سلام بھی آپ نے لکھے ہیں وہ یہ ہیں

درد دل صافی طلب کر منہ سوئے شاہ عرب کر
روح و تن وقف ادب کر عرض با جوش و طرب کر

حد سے گذری بے قراری رات دن ہے اشکباری
کب تلک یہ انتظاری اب خبر لیجئے ہماری

مومنو! کیوں بے خبر ہو کس چمن کے تم شجر ہو
امت احمد اگر ہو یوں کہا کیوں بے خبر ہو

درج ذیل شعر آپ کے آستانہ پر کندہ ہے۔ جو آپ کے عشق رسول کا غماز ہے۔

صافی نشان لحد سے نہیں ہے کام تھا عاشق رسول بس اتنا نشاں رہے

درود حسینی......

آپ کی تحریر میں آپ کا تصنیف کیا ہوا یہ درود شریف اس فقیر کی نظروں سے گذرا ہے۔ وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ مَادَامَ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ مِنَّا وَمِنْ اَسْلَافِنَا وَمِنْ اَخْلَافِنَا فِی کُلِّ لَیْلٍ وَّ نَھَارٍ وَّ اٰوَانِ وِصَالِ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ وَ النَّبِیِّیْنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

خلفاء ومجاز

آپ کے خلفاء و مجاز میں سے چند خلفاء کا تذکرہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱۔ حضرت سید شاہ عبدالجلیل داناپوری رحمہ اللہ

آپ حضرت کے رشتہ میں چچا ہیں۔ حضرت سید شاہ غلام مظفر فتوحی کے مرید ہیں۔ آپ کو سلسلہ چشتیہ وقادریہ منعمیہ ابوالعلائیہ قمریہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۲۔ حضرت سید سلطان علی شطاری رحمہ اللہ

آپ مدرسہ عزیزیہ، بہار شریف کے مدرس تھے۔ آپ کو سلسلہ چشتیہ وقادریہ منعمیہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۳۔ حضرت حافظ سید شاہ قیام الدین احمد منعمی رحمہ اللہ

آپ حضرت کے منجھلے بھائی ہیں۔ حضرت سے مرید ہوئے اور آپ کے مجاز و خلیفہ ہوئے۔ آپ کا وصال جوانی ہی میں ہو گیا۔ داناپور میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ تمام سلاسل کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ آسیؔ تخلص فرماتے تھے۔

۴۔ حضرت حکیم سید شاہ محمد ظہیر ہلسوی رحمہ اللہ

آپ حضرت قطب دوراں سید شاہ عطا حسین فانیؔ قدس سرہ کے نواسہ تھے اور آپ ہی سے مرید تھے۔ حضرت شاہ بدرالدین مجیبی پھلواروی قدس سرہ کے مسترشد ومجاز تھے۔ سلسلہ ابوالعلائیہ کی تعلیم وتربیت حضرت شاہ اکبر داناپوری قدس سرہ سے پائی تھی۔

جتنی نسبتیں حضرت کو قطب دوراں حضرت سید شاہ عطا حسین فانیؔ قدس سرہ سے حاصل ہوئی تھیں اُن تمام نسبتوں سے آپ نے حکیم ظہیر حسن ہلسوی صاحب کو نوازا۔

۵۔ حضرت سید شاہ احتشام الدین احمد منعمی رحمہ اللہ

آپ حضرت کے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ تمام سلاسل کی اجازت آپ نے اُنھیں عطا کی۔ آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کی شاعری کے نمونے بھی ملتے ہیں۔

۶۔ حضرت ڈاکٹر قاضی سید اکرم امام آبگلوی رحمہ اللہ

آپ حضرت قاضی مظاہر امام منعمی علیہ الرحمہ کے بھائی تھے۔ حضرت سے مرید

تھے۔ آپ کو سلسلہ چشتیہ وقادریہ وابوالعلائیہ منعمیہ کی اجازت ملی تھی۔

۷۔ حضرت سید شاہ حسام الدین احمد چشتی منعمی رحمہ اللہ

آپ حضرت کے منجھلے بھائی تھے۔ حضرت سے ہی مرید تھے۔ حضرت نے اُنھیں اپنے تمام سلاسل سے نوازا۔ حضرت کے وصال کے بعد آپ ہی گدی پر بیٹھائے گئے۔

۸۔ حضرت قاضی سید مقبول امام منعمی رحمہ اللہ

آپ اپنے والد قاضی سید شاہ مظاہر امام منعمی قدس سرہ سے مرید تھے۔ حضرت سے سلسلہ چشتیہ خضریہ منعمیہ کی اجازت سے نوازے گئے۔

۹۔ حضرت سید فہیم الدین رحمہ اللہ

آپ قصبہ چہے، ضلع ہزاری باغ کے رہنے والے تھے۔ حضرت سے مرید ہوئے اور آپ سے ہی تعلیم روحانی پائی۔ حضرت نے آپ کو سلسلہ قادریہ منعمیہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۱۰۔ حضرت حاجی شاہ محمد قاسم دیوروی رحمہ اللہ (سجادہ نشین خانقاہ سملہ)

آپ کو حضرت نے سلسلہ اویسیہ قرنیہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۱۱۔ حضرت سید علیم الدین رحمہ اللہ

آپ جناب حافظ سید نور الدین صاحب (ساکن موضع چہے، ضلع ہزار بیاغ) کے صاحبزادہ ہیں۔ حضرت سے ہی مرید تھے۔ حضرت نے سلسلہ چشتیہ خضریہ منعمیہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۱۲۔ حضرت سید ضیاء الحسن منعمی رحمہ اللہ

آپ حضرت مولینا سید ندرت حسین بردوانی رحمہ اللہ (مرید و مسترشد و مجاز و خلیفہ حضور قطب دوراں، خواجۂ بہار سید شاہ عطا حسین فانیؔ قدس سرہ) کے صاحبزادے تھے۔ آپ حضرت سے مرید تھے۔ حضرت نے آپ کو سلسلہ قادریہ و چشتیہ منعمیہ و قادریہ منانیہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ کی تعلیم و تربیت بذریعہ مکتوبات ہوتی رہی تھی۔ لہذا آپ کے نام سے بہت سارے مکتوبات ملتے ہیں۔

۱۳۔ حضرت قاضی سید شاہ مظاہر امام منعمی رحمہ اللہ

آپ حضرت سید شاہ عطا حسین فانیؔ قدس سرہ کے مرید و مجاز ہیں۔ ساری تعلیم و تربیت روحانی آپ سے ہی حاصل فرمائی۔ آپ نے حضرت سید شاہ حسین الدین احمد رحمہ اللہ سے بھی تمام سلاسل کی اجازت حاصل کی۔ آپ حضرت کے خسر تھے۔

۱۴۔ حضرت مولوی سید تقی احمد زاہدی رحمہ اللہ

آپ قصبہ سوہ، بہار شریف، ضلع نالندہ کے رہنے والے تھے۔ آپ اپنے والد ماجد سے مرید تھے۔ حضرت کو سلسلہ زاہدیہ کی اجازت بواسطہ سید شاہ نظیر حسن داناپوری اور سلسلہ چشتیہ کی اجازت بواسطہ سید شاہ احمد حسین شیخپوروی سے حاصل ہوئی تھی۔ حضرت نے ان دونوں سلاسل کی اجازت مولوی سید تقی احمد زاہدی کو مرحمت فرمائی۔

۱۶۔ حضرت پیر محمد در بھنگوی ثم پنڈوی رحمہ اللہ

حضرت سے مرید ہوئے تھے۔ آپ کو چشتیہ فریدیہ و حسامیہ و چشتیہ سراجیہ عطائیہ سلسلے کی اجازت عطا فرمائی۔

۱۷۔ حضرت ریاست حسین کھدئی رحمہ اللہ

آپ حضرت سید شاہ چاند اشرفی بیتھوی علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ آپ کو چشتیہ فریدیہ مقیمیہ و چشتیہ فرہادیہ سلاسل کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پھر آپ کی طلب پر چشتیہ منعمیہ، چشتیہ نظامیہ فریدیہ، چشتیہ سراجیہ فرہادیہ، نقشبندیہ ابوالعلائیہ (دونوں شاخیں) یعنی عشقیہ قمریہ، منعمیہ حسینیہ سلاسل کی اجازت سے بھی سرفراز فرمایا۔ آپ نے ایک سوانحی تذکرہ حضرت شاہ چاند صاحب رحمہ اللہ کی سوانح حیات پہ لکھا ہے۔ خانقاہ میں یہ تذکرہ قلمی صورت میں محفوظ ہے۔

۱۸۔ حضرت سید شاہ غلام مصطفیٰ احمد چشتی منعمی قدس اللہ تعالی سرہ العزیز

آپ حضرت کے صاحبزادہ ہیں۔ حضرت کے انتقال کے بعد آپ کے منجھلے بھائی حضرت سید شاہ حسام الدین احمد منعمی قدس سرہ سجادہ نشیں ہوئے تھے۔ ان کے بعد حضرت سید شاہ غلام مصطفیٰ احمد چشتی منعمی قدس سرہ سجادہ نشیں ہوئے۔ آپ حضرت سید شاہ حسام الدین قدس سرہ سے سلسلہ چشتیہ خضریہ منعمیہ میں مرید ہوئے تھے۔ حضرت نے آپ کو ایام طفلی ہی میں تمام سلاسل کی اجازت و خلافت مرحمت فرمادی تھی۔

۱۹۔ حضرت ڈاکٹر سید شاہ عبدالرشید اخترؔ منعمی علیہ الرحمہ (جامع ملفوظات)

اس ملفوظ کے جامع حضرت ڈاکٹر سید شاہ عبدالرشید اخترؔ منعمی علیہ الرحمہ (۴/جون ۱۹۰۴ء-۶/فروری ۱۹۸۹ء) ہیں۔ آپ حضرت کے برادر عم زاد، دست گرفتہ اور مسترشد ہیں۔ خلافت سے بھی نوازے گئے تھے۔ آپ نے ویٹنری کی تعلیم حاصل کی تھی۔ کٹیہار میں بحیثیت ویٹنری ڈاکٹر پوسٹنگ ہوئی تھی۔ نہایت ذاکر و شاغل تھے۔ آپ کا وصال پٹنہ میں

ہوا۔آپ کا مزار محلہ چنکو ہرہ ضلع پٹنہ میں ہے۔

آپ ربیع الاول کی پہلی تاریخ سے بارہویں تاریخ تک درود شریف کے کئی ختم کیا کرتے تھے، وہ بھی انگلی کے پوروں پر۔اس میں تسبیح کا استعمال نہیں کیا کرتے تھے۔ پوچھنے پر کہتے کہ انگلیوں کے بھی حقوق ہیں۔اس کی بھی پرسش ہوگی۔لہذا میں ان پر پڑھتا ہوں تا کہ یہ بھی میری درودخوانی کی گواہ رہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک ذکر کی تعلیم (جو شاید مع حبس دم تھا) اپنے پیر و مرشد سے پائی تھی۔آپ نے اس کی تعداد حسب ہدایت نہ رکھی بلکہ کافی بڑھا دی۔جس کی وجہ سے آپ کے قلب پر ناقابل برداشت اثرات پڑنا شروع ہو گئے۔اور آپ جسمانی طور پر بیمار ہو گئے۔عارضہ قلب لاحق ہوا۔ایک دن یکا یک حضرت آپ کے گھر پر تشریف لائے اور آپ کو اپنے ہمراہ گیا لے آئے۔اور یہاں آپ نے اپنی نگرانی میں قلب کا علاج کرایا۔ فرمایا کہ تمہیں بلا اجازت اپنے ذکر کی اتنی تعداد نہیں بڑھانی چاہیے تھی۔

آپ کثرت سے ذکر کیا کرتے تھے۔جس کی وجہ سے آپ کا قلب ذاکر ہو چکا تھا۔جس کا اثر آپ کے انتقال کے بعد بھی ظاہر ہوا کہ مانیٹر پر ڈاکٹر کا انتقال ڈکلیئر کرنے کے بعد بھی کافی دیر تک حرکتِ قلب کی ریڈینگ آتی رہی۔حتٰی کہ آپ کی تدفین کے بعد جب قبر برابر کی گئی تو عزیزوں نے قبر پہ ہاتھ رکھ کر آیات قرآنیہ پڑھیں تو قبر کے اوپر سے بھی دھڑکن کا احساس ہو رہا تھا۔وہاں موجود مشائخ کو یہ باتیں بتائی گئیں تو حضرت مولانا شاہ اسمعیل روحؔ علیہ الرحمہ نے آگے بڑھ کر قبر پر ہاتھ رکھا تو انہوں نے بھی اس کا احساس کیا۔تشکر آمیز استعجاب کے ساتھ کہہ اٹھے کہ یہ اللہ کا راز ہے اسی کا کرم ہے۔

حضرت نے آپ کو قادریہ و چشتیہ منعمیہ اور چشتیہ سراجیہ، چشتیہ فرہادیہ سلاسل کی

اجازت مرحمت فرمائی۔

آپ کا ایک مضمون طب اور حفظان صحت کے تعلق سے ماہنامہ 'گنجینہ'، پٹنہ ستمبر اکتوبر ۱۹۳۴ء میں شایع ہوا تھا۔اس کے علاوہ کئی مضامین دیگر مختلف رسالوں میں شائع ہوئے ہیں۔حلقہ نظامیہ، خانقاہ عالیہ چشتیہ منعمیہ کی ماہانہ مجالس میں بھی آپ نے اپنے کئی مقالے پڑھے ہیں۔

آپ نے اردو میں شاعری بھی کی ہے۔اخترؔ تخلص فرمایا کرتے تھے۔آپ کی کافی غزلیں ملتی ہیں۔ماہنامہ 'گنجینہ'، پٹنہ کے جون ۱۹۳۴ء کے شمارے میں شائع شدہ ایک غزل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

مر رہا ہوں مجھ کو اچھا کیجئے ‌ ‌ ‌ رحم مجھ پر اے مسیحا کیجئے
خُلق سے دشمن کو اپنا کیجئے ‌ ‌ ‌ کیوں برا کرتے ہیں اچھا کیجئے
بے وفائی کی شکایت ہے عبث ‌ ‌ ‌ جذب اپنے دل میں پیدا کیجئے
آدمی تقدیر سے مجبور ہے ‌ ‌ ‌ جو دکھائے بخت دیکھا کیجئے
چشم موسیٰ اور یہ محرومیاں ‌ ‌ ‌ آپ اک پتھر پہ جلوا کیجئے
دل نہیں تھمتا تو اخترؔ شوق سے ‌ ‌ ‌ اشک سے آنکھوں کو دریا کیجئے

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

کلمات

(ملفوظات حضرت سید شاہ حسین الدین احمد صافی قدس سرہ العزیز)

جامع

حضرت ڈاکٹر سید شاہ عبدالرشید اختر منعمی علیہ الرحمہ

شیخ

ایک موقع پر میں خانقاہ میں حاضر تھا۔حضرت صاحب رحمہ اللہ سے باتیں ہو رہی تھی۔عنوان 'شیخ کی ذات' پر بحث ہوئی تو حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا۔

''شیخ تین طرح کے ہوتے ہیں۔

١۔شیخ کامل

٢۔شیخ مکمل

٣۔شیخ اکمل''

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے تشریح فرمائی کہ

١۔''شیخ کامل خود تو کامل ہوتا ہے۔مگر دوسروں کو کامل نہیں بنا سکتا۔اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک بی اے کسی طالب علم کو ابتدائی کتابیں بھی نہیں پڑھا سکتا۔ایک بچہ کو ابتدائی کتابیں تو ہر بی۔اے پڑھا دے گا۔مگر معمولی قابلیت کا بی۔اے باوجود خود بی۔اے ہونے کے دوسرے کو بی۔اے نہ کرا سکے گا۔

٢۔شیخ مکمل خود بھی کامل ہوتا ہے۔اور دوسروں کو بھی کامل بنا سکتا ہے۔

٣۔شیخ اکمل بھی مثل شیخ مکمل کے خود کامل ہوتا ہے اور دوسروں کو کامل بنا سکتا ہے۔مگر دوسروں کو کامل بنایا نہیں کرتا۔کیوں کہ اس پر استغراق کا غلبہ رہتا ہے۔اور وہ مغلوب الحال[١] ہوتا ہے۔برعکس شیخ مکمل کے جو کہ ''ابوالحال''[٢] ہوتا ہے۔شیخ مکمل کو ''غوث دوراں'' اور ''قطب ارشاد''[٣] بھی کہتے ہیں''۔

☆☆☆☆☆☆☆

پیرومرید کا تعلق

دوسرے دن بھی باتیں ہوتی رہیں اور پیرومرید کے تعلق پر آپ نے فرمایا۔

''مرشد کی تشبیہ ماں سے ہے۔ مگر ادباً باپ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جس طرح بچہ کے پستانِ مادر کو منہ لگاتے ہی شیر (دودھ) جاری ہو جاتا ہے۔ اور ماں کا اپنے کام کاج میں مصروف رہنا اس فیضان میں مانع نہیں ہوتا اسی طرح رابطۂ قلب ہوتے ہی فیضانِ شیخ طالب کے لیے جاری ہو جاتا ہے۔ اور شیخ کے دیگر مشاغل اس میں مانع نہیں ہوتے۔ مگر قلبی لگاؤ کا ہونا شرط ہے''۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ

''قرآن پاک کے سورۂ کہف میں حضرت موسی علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ کسی نے حضرت موسی علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کے سوا اور بھی کوئی اسرار جاننے والا ہے؟۔ حضرت موسی علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالی موسی سے باتیں کرتا ہے۔ یہ فضیلت کسی کو نہیں ملی ہے۔ اس پر اللہ پاک نے فرمایا ''میرا ایک بندہ ہے۔ جو اسرار الٰہی تم سے زیادہ جانتا ہے۔'' موسی علیہ السلام نے اشتیاقِ ملاقات فرمایا۔ حکم ہوا کہ مجمع البحرین پر ملاقات ہوگی۔ اور وہاں پہنچنے کے لیے بتایا گیا کہ مچھلی تل کر رکھ لو جس جگہ وہ مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی جائے گی وہیں ملاقات ہوگی۔ موسی علیہ السلام نے مچھلی پکا کر ساتھ لیا اور حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ایک روز موسی علیہ السلام کسی جگہ سو رہے۔ یوشع علیہ السلام جاگ رہے تھے۔ اسی دوران تلی ہوئی مچھلی پانی میں جا پڑی۔ موسیٰ علیہ

السلام جب جاگے تو ان کے جلال کے رعب سے یوشع علیہ السلام یہ ماجرا بیان نہیں کر سکے۔ جب آگے چلنے لگے تو موسیٰ علیہ السلام پر تکان طاری ہونے لگا۔ انہوں نے کہا کہ آج تکان ہے تو حضرت یوشع علیہ السلام نے مچھلی کا حال عرض کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس ہوئے اور اس جگہ پہنچے تو وہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ وہ بولے کہ ہماری صحبت میں رہ کر آپ خاموش رہیں گے۔ حضرت موسی علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ہو رہے۔ اس درمیان تین واقعات ایسے سرزد ہوئے جن پر حضرت موسی علیہ السلام خموش نہ رہ سکے۔

پہلا واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک کشتی والا بلا اُجرت آپ لوگوں کو بحر عبور کرانے کے لیے تیار ہو گیا اور کشتی میں سوار کرا کے ساحل پر پہنچایا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ساحل پر پہنچ کر اس کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ لیا۔ اس پر حضرت موسی علیہ السلام بول پڑے کہ اس نے بلا اجرت ہمیں سوار کیا لیکن آپ نے اس کی کشتی کا تختہ اکھاڑ دیا کہ اس کے لوگ ڈوب جائیں؟۔

دوسرا واقعہ۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا۔ اس پر حضرت موسی علیہ السلام بولے ''یہ صریح ظلم ہے''۔

تیسرا واقعہ ایک گرتی دیوار کو درست کرنے پر کہ اس میں خزانہ ہے۔ اور یتیم بچے اپنے وقت پر اسے نکال کر مصرف میں لائیں گے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسی (علیہ السلام) جلیل القدر پیغمبر تھے اور حضرت خضر (علیہ السلام) اولیاء اللہ میں سے تھے [۴]۔ مگر حکمت کی باتیں سکھانے کے لیے موسی علیہ السلام کو حضرت خضر کے تابع کیا گیا۔ اس میں چند باتیں قابل غور ہیں۔

۱۔ اولیاء اللہ ان امور پر مطلع ہو جایا کرتے ہیں جو نظر ظاہری سے اوجھل ہوتے

ہیں۔لڑکے کے قتل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اولیاءاللہ تقادیر سے بھی مطلع ہو جاتے ہیں۔دفینہ پر تحفظ کی نیت سے دیوار کا مستحکم کر دینا اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ اولیاءاللہ دفائن پر بھی مطلع ہو جاتے ہیں۔مگر باوجود بھو کے ہونے کے بھی اس اطلاع سے کوئی ذاتی فائدہ نہیں اٹھاتے۔اور بالکل سادہ طور پر عام لوگوں کی طرح اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔"

☆☆☆☆☆☆

﴿وظائف میں اجازت شیخ﴾

دوسرے دن میں نے دریافت کیا کہ "وظائف میں بھی کیا اجازت ضروری ہے"؟

تو آپ نے فرمایا

"اورادووظائف میں اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔بلا اجازت نقصان کا اندیشہ ہے"۔

مثالاً فرمایا:

"گوشت کو انگاروں پر رکھ دو تو کچھ حصہ جل جائے گا اور کچھ حصہ کچا رہ جائے گا۔اب آگ پر ایک دیگچی رکھو،اس میں پانی بھر دو،اور گوشت کو پانی میں ڈال دو۔پانی گرم ہو کر گوشت کے ریشوں میں داخل ہو جائے گا۔اور گوشت کو اچھی طرح پکا دے گا۔گوشت اور آگ کے درمیان پانی خود برزخ بن کر گوشت کو جلنے سے محفوظ رکھے گا۔اوراد و وظائف میں 'اجازت شیخ' بمنزلہ پانی کے ہے"۔

☆☆☆☆☆☆

اللہ اللہ کہنا

ایک مرتبہ حاضری کا موقع آیا تو چند اور لوگ بھی شامل جماعت تھے۔ گفتگو اللہ اللہ کہنے پر ہوئی۔

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا

''جو لوگ ریا سے اللہ کا نام لیتے ہیں۔ ان کا بھی ادب کرو کیوں کہ تمہیں تو ان کے اللہ کے یاد کرنے پر نظر رکھنا ہے۔ رہا ان کے دل کا معاملہ، وہ ان کے اور اللہ کے درمیان ہے۔ تم کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ علاوہ ازیں بہت ممکن ہے کہ آج وہ ریا سے اللہ کو یاد کرتے ہیں، کل اسی یادِ الٰہی کی برکت سے ان کی ریا مبدل بہ اخلاص ہو جائے''۔

☆☆☆☆☆

داعی الی اللہ

ایک موقع پر گفتگو کے درمیان حضرت صاحب رحمہ اللہ کہنے لگے کہ

''رغبتِ دنیا اور رجوع الی اللہ کے درمیان ایک برزخ ہے جسے 'داعی الی اللہ' کہتے ہیں۔ مومن و کافر سب پر ایک وقت ایسی حالت طاری ہوتی ہے، جس میں اسے ذات حق کی جانب میلان ہوتا ہے۔ اسی حالت کو 'داعی الی اللہ' کہتے ہیں۔ جس وقت یہ طاری ہو تو اس وقت کو غنیمت جانو اور ہمت سے کام لو تو اس حالت کی کثرت ہوتی جائے گی۔ لیکن جب کوئی اسے ضائع کر دیتا ہے تو فیض کیفیات کا ورود قلب سے مسدود ہو جاتا ہے''۔

فرمایا کہ

''صبح کے وقت استغفار کرنا بہت مفید ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں **مستغفرین بالاسحار** [۵] (سحر کے وقت توبہ استغفار کرنے والے) کی تعریف فرمائی ہے''۔

فرمایا

''جب کوئی گناہ یا تقصیر سرزد ہو جائے تو فوراً دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے معافی مانگو اور صبح و شام سجدہ میں جا کر روزانہ دس (۱۰) بار

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ تُبْ عَلَیَّ

(یااللہ مجھے معاف فرما اور میری توبہ قبول فرما)

"پڑھ لیا کرو"۔

پھر فرمایا

"جب کوئی گناہ یا تقصیر سرزد ہو جائے تو فوراً دو رکعت نماز پڑھ لیا کرو۔ پھر فرمایا کہ بعد نماز مغرب اوّابین [٦] کی مداومت کرو"۔

☆☆☆☆☆☆

﴿ریاضت﴾

ایک موقع پر ریاضت و عمل پر گفتگو ہو رہی تھی آپ نے فرمایا کہ

"نفس کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں تلوّن ہے۔ آرام طلبی ہے اور وہ محنت و مشقت و تکلیف سے بھاگتا ہے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جو عابد خواہش نفس سے عبادت و ریاضت شروع کرتا ہے، وہ چند ہی روز میں تھک جاتا ہے۔ دل برداشتہ ہو جاتا ہے۔ اور اس عبادت کو ترک کر دیتا ہے۔ تو اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا عمل خالص نہ تھا۔ اور حق تعالی کی نگاہ میں اس عمل کو مقبولیت حاصل نہ ہوئی۔ برخلاف اس کے جو عمل حق تعالی کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس میں مداومت ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب بندہ بہ نیت خالص اپنے رب کے آگے سرِ نیاز خم کرتا ہے تو توجہ اور کشش ادھر سے بھی ہوتی ہے۔ جب اتنی بڑی سرکار کی جانب سے توجہ اور کشش ہوتی ہے تو بندہ لازمی طور پر متاثر ہو جاتا ہے۔ اور اس میں استقامت اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ طاعت میں مداومت و استقلال علامت مقبولیت ہے۔ خوب یاد رکھو کہ نفس میں علاوہ دیگر خرابیوں کے ضِد بھی ہے۔ ابتدائے طاعت میں ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ دل گھبرانے لگتا ہے۔ طبیعت نہیں لگتی۔ سستی، کاہلی، نیت میں تزلزل اور اس نوعیت کی دیگر شرارتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اور راہ حق میں حائل ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی نباض نے صحیح مرض پہچان لیا تو مقصود تک پہنچ گیا ورنہ درمیان ہی میں رہ گیا۔

ایسے حال میں دل لگے یا نہ لگے ہمت کو کام میں لانا چاہئے۔ اور اسی حالت میں

ریاضت شروع کرنا چاہیے۔ اور دل میں یہ خیال جمالینا چاہیے کہ ہمارا کام تو بس یہی ہے کہ ہم اللہ کا کام لیے جائیں۔ مسائل کا دور کرنا اور مشکل کا حل کرنا اس کا کام ہے۔ اس سے بہت جلد ان شاء اللہ نفس پر قابو ہو جائے گا۔

اس بات کو ہمیشہ یاد رکھو کہ جب انسان اپنی حیثیت سے زیادہ تحقیق تجسس کسی کے سامنے پیش کرتا ہے تو اس کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔ لہذا ہم کو چاہیے کہ جس طاعت سے ہمارا نفس روکے تم اس طاعت کے درپے ہو جاؤ۔"

☆☆☆☆☆☆☆

﴿قبض وبسط﴾

تھوڑی دیر کے بعد اسی جلسے میں فرمایا کہ

"سالک کے ساتھ قبض و بسط [ے] ہوتا رہتا ہے۔"

پھر اس کی تشریح فرماتے ہوئے کہا کہ

"قبض کہتے ہیں واردات قلبی کے بند ہو جانے کو۔ یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ کہ جب واردات قلبی کے بند ہونے سے سالک کو ملال پیدا ہو۔ چونکہ ملال کا پیدا ہونا بھی ایک کیفیت ہے لہذا اس قسم کا قبض سالک کے لیے مفید ہے۔

دوسری قسم قبض کی وہ ہے کہ جب واردات قلبی کے بند ہونے سے سالک کو ملال نہ ہو اور اس کے دل میں ان باتوں کی طرف سے لاپرواہی پائی جاتی ہے۔ یہ سالک کے لیے مضر ہے۔

اسی طرح بسط بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک مضر دوسرا مفید۔ کسی درمیانی منزل کی دلچسپی سالک کی پستی کا باعث ہو اور وہ دلچسپی اسے اسی منزل میں روک لے اور آگے بڑھنے نہ دے تو یہ مضر قسم کا بسط ہے۔

مگر جب درمیانی منازل کی دلچسپیاں ملیں اور آگے بڑھنے کی امنگ پیدا کریں اور اعلیٰ منازل کی طرف بھی دلچسپیاں دیکھنے کا اشتیاق جگا دیں تو یہ مفید قسم کا بسط ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆

﴿حیرت﴾

ہم کشن گنج (ضلع پورنیہ) میں تھے۔ایک روز چند خطوط لکھ کر ۳ بجے دن میں خود ہی سائیکل لے کر چلے کہ خطوط کو حوالۂ ڈاک کر دیں کہ راستہ میں دیکھا کہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ تشریف لا رہے ہیں۔میں نے فوراً سائیکل سے اتر کر مصافحہ کیا۔اور حیرت کا اظہار کیا کہ یک بیک کیسے تشریف لائے۔

کہنے لگے کہ

"چلو اطمینان سے باتیں ہوں گی"۔

راہ میں کئی آدمیوں نے اُنھیں میرے ہمراہ دیکھا۔ بعد میں شام کے وقت وہ لوگ مجھ سے دریافت کرنے لگے

"کون صاحب تھے۔ بڑے دبدبہ کے معلوم ہوتے ہیں۔اور چہرہ کتنا چمکتا ہے۔دل چاہتا ہے کہ دیکھتے رہیں"۔

یہ سب لوگ غیر مسلم تھے۔

ڈیرے پر تشریف لائے۔آپ کے قیام واستراحت کے لیے میں نے بستر وغیرہ لگا دیا۔بعد ناشتہ آپ فرمانے لگے:

"تمھیں حیرت کیوں ہوئی؟ میں نے کہا آپ برابر مطلع فرماتے رہے ہیں۔اگر آنے کا قصد ہوتا تو ضرور تحریر فرماتے۔یک بیک دیکھنے پر حیرت ہوئی"۔

فرمانے لگے

"بات حیرت کی نکلی ہے تو سنو۔حیرت دو قسم کی ہوتی ہے۔

۱۔مذموم

۲۔محمود

حیرت مذموم جہالت کا نتیجہ ہے۔کسی دیہاتی کو کسی محل میں لے آؤ وہ اسے دیکھ کر مبہوت ہو جائے گا۔یہ حیرت اس کے جہل کی وجہ سے ہے۔اس قسم کی حیرت تنزل کی جانب پہنچاتی ہے۔حیرت محمود علم کا نتیجہ ہے۔کسی انجنیئر کو تاج محل یا سکندر آباد کا قلعہ دکھاؤ۔اس کی خوبی کو دیکھ کر اس کو بھی حیرت ہوگی۔مگر اس حیرت کی بنیاد اس کے علم پر ہوگی۔فن معماری کی خوبیاں اسے حیرت میں ڈالیں گی۔چونکہ وہ خود اس فن سے واقف ہے قلعہ کا معائنہ اس کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔یہ حیرت محمود ہے۔اور اس قسم کی حیرت عروج کا باعث ہوگی"۔

☆☆☆☆☆☆

﴿مقام وحال﴾

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

’’حال[۸] آتا ہے اور جاتا ہے۔مقام[۹] میں استقامت ہے۔اور حال سے اعلیٰ ہے۔مقام دو قسم کا ہے۔

۱۔مقام تلوین

۲۔مقام تمکین‘‘[۱۰]

تشریح فرمائی کہ

’’زنانِ مصر مقام تلوین میں تھیں۔اس وجہ سے یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی بیہوش ہو گئیں اور اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔زلیخا بھی اس محفل میں تھیں۔اور حسن یوسف کی زیادہ مُبصِر (دیکھنے والی) تھیں۔یوسف علیہ السلام کو دیکھتے دیکھتے مقام تمکین میں پہنچ گئی تھیں۔اس لیے بے ہوش نہ ہوئیں‘‘۔

☆☆☆☆☆☆

﴿احدیت اور واحدیت﴾

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

’’اکثر لوگ بولتے ہیں کہ احدیت اور واحدیت ایک ہی شئ ہے۔لیکن لفظ ’احدیت‘ کے ساتھ ’جناب‘ کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔’جناب احدیت‘ سے اشارہ ذات حق تعالیٰ کی جانب ہوتا ہے۔اور لفظ ’واحدیت‘ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے صفات حق تعالے کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔اول الذکر سے مراد حلقۂ ازلیت ہے اور آخر الذکر سے مراد حلقۂ ابدیت ہے‘‘۔

☆☆☆☆☆☆

﴿وحدت خیال﴾

پنڈوہ شریف کا ذکر فرما رہے تھے اور وہاں کی حاضری کی کیفیت بیان فرما رہے تھے۔اسی دوران فرمایا کہ

''دیکھو صوفیہ کے نزدیک طالب کے لیے جو سب سے پہلی ضروری چیز ہے وہ وحدت خیال کی مشق ہے۔اس مشق کی ابتدا ''تصور شیخ'' سے ہوتی ہے۔وحدت خیال میں پختگی حاصل ہونے کی علامت یہ ہوا کرتی ہے کہ طالب پر تصور شیخ کا غلبہ اس درجہ بڑھ جاتا ہے کہ اس تصور کے وقت اس کو اپنی ہستی معدوم محسوس ہوتی ہے۔اس تصور کا طریقہ یہ ہے کہ پیشانی کا تصور کرتے ہیں تو پوری صورت تصور میں آجاتی ہے۔لیکن مبتدی لوگ حقیقت کو فراموش کر کے ابتدائی منزل میں ہی رہ جاتے ہیں''۔

پھر فرمایا کہ

''ممکن ہو تو ان باتوں کو سن کر قلمبند کر لو تو اچھا ہے۔کیوں کہ بہت سی باتیں ذہن سے نکل جائیں گی''۔

☆☆☆☆☆☆

﴿اسماء وصفات﴾

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:

''جب کوئی شخص بہت بڑے امیر سے ملنا چاہتا ہے تو پہلے وہ محل کی ظاہری شان وشوکت سے متاثر ہوتا ہے۔آگے بڑھتا ہے تو سنتری، پہرے دار، نقیب، چوبدار پر نگاہ پڑتی ہے۔محل کے اندر داخل ہوتا ہے تو اندرونی آرائش، زیب وزینت، فرش فروش، ساز وسامان سے سابقہ پڑتا ہے۔لیکن ابھی تک محل والے امیر سے ملاقات نہیں ہوتی ہے۔اگر ان چیزوں کو اس شخص نے امیر سمجھ لیا تو یہ اس کی غلطی ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات اسی طرح اسماء و صفات کے پردوں میں پوشیدہ ہے اور یہ پردے تین قسم کے ہیں۔

۱۔جمال کے

۲۔جلال کے

۳۔کمال کے

جمال بظاہر ذات میں پیوست معلوم ہوتا ہے۔مگر وہ اصل میں ایسا نہیں ہے۔ایک حسین شخص کو سامنے لاؤ وہ محبوب لگے گا۔پھر اس کے حسن کو نوچ کھسوٹ کرا سے سامنے لاؤ۔اس سے نفرت پیدا ہوگی۔لیکن حسن کے جاتے رہنے سے ذات میں کوئی فرق نہ آئے گا۔اس سے ثابت ہوا کہ حسن ذات میں پیوست نہیں۔جمال انسان کی منزل نہیں۔کیوں کہ طبیعت کچھ عرصہ حسن سے مانوس رہنے کے بعد سیر ہو جاتی ہے۔اور اس منزل سے

نکل جاتی ہے۔

اسی طرح جلال بھی انسان کی منزل نہیں۔ دیکھو درندوں سے پہلے خوف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب ان سے سابقہ زیادہ پڑتا ہے اور طبیعت مانوس ہو جاتی ہے تو خوف جاتا رہتا ہے۔

جمال اور جلال کے بہ نسبت کمال اقرب منزل ہے۔ بہ نسبت جمال وجلال کے کمال کو ذات سے زیادہ قرب ہے۔ اس سے انسان جلد سیر نہیں ہوتا۔ خصوصاً جب کمالات لامتناہی لامحدود ہوں تو دیکھنے والے کے لیے کبھی ختم ہی نہیں ہوتے۔

جو صوفی جمال وجلال کی منزل میں ہے، ان سے کمال کا صوفی بڑھا ہوا ہے۔ مگر ذات اس سے بھی ماورئی ہے۔ عوام جب کسی چیز پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ صرف چیز ہی کو دیکھتے ہیں۔ مگر جن کی نظر حقیقت پر ہے وہ کچھ اور ہی مشاہدہ کرتے ہیں۔ ریت کے ذروں میں چمک دیکھ کر ناواقف شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ چمک دمک ان ذروں ہی کی ہے۔ مگر حقیقت پر جس کی نظر ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ ان ذروں میں کچھ نہیں یہ ساری کارستانی آفتاب کی ہے

۔

مست گشتم از دو چشم ساقی پیمانہ نوش
الفراق اے ننگ وناموس الوداع اے عقل وہوش

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے تشریح فرمائی کہ

''دو چشم یعنی جمال وجلال،

ساقی یعنی خدا،

پیمانہ نوش یعنی كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَان ..الآیۃ کے ساغروں کا فیضان کرنے والا

الفراق اے ننگ وناموس یعنی انانیت کو سلام۔

الوداع اے عقل وہوش یعنی محویت طاری ہوگئی۔

گویا ہر آن نئی شان میں جلوہ افروز ہونے والے کے جمال وجلال کی چمک دمک والی آنکھ کی خوبی نے مجھے بے خود و بدمست بنا دیا۔ آنکھوں کو دیکھ کر بے خود و بدمست وہی ہوگا جو آنکھ کی خوبی سے واقف ہے۔ اور جانتا ہے کہ از خود رفتگی پیدا کرنے والی مستانہ آنکھیں کیسی ہوتی ہیں۔ ان خوبیوں سے جو ناواقف ہے وہ جادو بھری متوالی آنکھوں سے کیوں کر متاثر ہوسکتا ہے۔ متاثر ہونے کے لیے بھی عرفان کی ضرورت ہے۔ ـ

دل سراپردۂ محبت اوست دیدہ آئینہ دارِ طلعتِ اوست
من کہ سر در نیاورم بدو کون گردنم زیر بارِ مِنَّتِ اوست

(دل اس کی محبت کی آماجگاہ ہے۔ آنکھیں اس کے چہرہ کی آئینہ دار ہیں۔ میں جو دونوں جہاں میں کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتا میری گردن اس کے احسان تلے جھکی ہے۔)

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے تشریح فرمائی کہ

''چونکہ سوائے ذات مطلق کے اور کچھ نہیں۔ میں دونوں جہاں میں جو کچھ دیکھتا ہوں وہ سب ذات مطلق ہی کے کرشمے ہیں۔ میری گردن اسی کے زیر بار منت ہے''۔

تو وطوبی وما وقامت یار فکرِ ہر کس بقدر ہمتِ اوست

(تو ہے اور طوبی، میں ہوں اور دوست کا سراپا۔ ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔)

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے تشریح فرمائی کہ

''ہر شخص اپنے اپنے طوبیٰ (یعنی معشوق) کے پیچھے دیوانہ ہے۔کوئی طوبیٰ کے جسم پر شیفتہ ہے اور اپنی جسمانی ضروریات اور آسائشوں کے پیچھے تباہ ہے۔کوئی کسی اور طوبیٰ کے فراق میں حیران ہے۔مگر میرا مقصود تو وہی قامت یار، وہی ذات مطلق ہے۔اپنی اپنی ہمت اور اپنی اپنی نظر کے مطابق ہر شخص کام کرتا ہے''

دور مجنوں گذشت ونوبت ماست

ہر کسے پنج روزہ نوبت اوست

(مجنوں کا دور گذر چکا اب ہمارا دور ہے۔ہر شخص کی باری تھوڑے دنوں کے لیے ہوتی ہے۔)

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے تشریح فرمائی کہ

''ایک مجنوں ہی پر کیا موقوف ہے ہر شخص مجنوں بنا ہوا ہے۔اور کسی نہ کسی لیلیٰ کے عشق میں دیوانہ ہے۔کوئی لیلیٰ جسم کے غم میں مبتلا ہے۔کوئی لیلیٰ جاہ ومنصب پر فریفتہ ہے۔کسی کو لیلیٰ ہوا وہوس نے مجنوں بنا رکھا ہے۔اور لوگ اپنا اپنا دورِ عارضی ختم کر گئے۔اب ہم ہیں اور مقصود اصلی کی طلب''۔

من کہ باشم دراں حرم کہ صبا

پردہ دارِ حریمِ حرمتِ اوست

(اس کے حرم میں میں کون ہوتا ہوں۔خود بادِ صبا اس کی حرمت کے حریم کی پردہ دار ہے۔)

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے تشریح فرمائی کہ

''میں کیوں اس حرم کا اسرار پوش رہوں کیوں کہ جذبات الٰہی اور اس کے اکرام و نوازش کی کششیں اس کے حرم سرا کی پردہ داری کر رہی ہیں''

فقر ظاہر مبیں حافظؔ را

سینہ گنجینۂ محبت اوست

(ظاہری فقر کو نہ دیکھو۔حافظ کا سینہ تو اس کی محبت کا خزینہ ہے)

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے تشریح فرمائی کہ

''حافظ کے فقر ظاہری اور اس کی اوپری بے سروسامانی پر نہ جاؤ۔اس کا سینہ تجلیاتِ اسماء وصفات کے گنجینوں سے مالا مال ہے۔خواجہ نقشبندی علیہ الرحمہ کے میخانہ سے بس حافظ شیرازی ہی ایک شرابی نکلے''۔

☆☆☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

اقسام تعلیم ذکر

آپ نے مختلف سلاسل کے اذکار کی تعلیمات وتلقینات کے متعلق ارشاد فرمایا۔

سہروردیہ......

اس سلسلہ میں تعلیم ذکر کے بارے میں فرمایا کہ

''اس میں تعلیم ذکر مریضہ ہوتی ہے۔یعنی ایسی آواز میں ذکر کرایا جاتا ہے جیسے مریض کراہتا ہو۔اس میں عجز و بے بسی کا اظہار پروردگار کے آگے ہوتا ہے اور اس میں عبدیت پائی جاتی ہے''۔

قادریہ ......

اس سلسلہ میں تعلیم ذکر کے بارے میں فرمایا کہ

''ذکر محزونہ کی تعلیم ہوتی ہے۔یہ ذکر ایسی آواز میں ہوتا ہے جس سے حزن و ملال، غم واندوہ کا اظہار ہو۔یہ قلب پر زیادہ اثر کرتا ہے''۔

چشتیہ......

اس سلسلہ میں تعلیم ذکر کے بارے میں فرمایا کہ

''اس میں ذکر عشقیہ ہے۔ذکر ایسی آواز میں کیا جاتا ہے، جس سے ذوق وشوق کا اظہار ہوتا ہے۔یہاں ابتدا ذوق وشوق سے ہوتی ہے اور کامیابی جلد ہوتی ہے''۔

☆☆☆☆☆☆☆

قلب

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

''صوفیوں کے یہاں تین چیزوں کو اپنی اصطلاح میں ''قلب'' کہا جاتا ہے۔ایک مضغۂ گوشت جو انسان کے بائیں پستان کے تین انگل نیچے ہے۔دوسرے ام الدماغ یعنی پیشانی کا بالائی حصہ جسے ''لطیفۂ قالبیہ'' بھی کہتے ہیں۔اور تیسرے ایک روحانی مرکز ہے۔جس تک ان دونوں قلبوں کے ذریعہ راہ ہوتی ہے۔

اذکار بالجہر وغیرہ کی غایت یہ ہے کہ روح انسانی پر اذکار واشغال کے اثرات طاری ہوں اور روح میں لطافت وجلاء پیدا ہو۔اسی وجہ سے صوفیائے کرام ابتداء میں ہدایت کرتے ہیں کہ ذکر جہری میں ضرب قلب پر لگائی جائے۔دل کو عرف عام میں ''قلب'' کہتے ہیں۔یہ منبع ہے روح حیوانی کا اور روح انسانی کا وہ تعلق ہے جو راکب کو مرکب سے ہوتا ہے۔اس اعتبار سے روح انسانی کا تعلق بھی مضغۂ گوشت سے ہوا۔موت کے وقت جسم انسانی میں آخری عضو جو اپنا فعل ترک کرتا ہے وہ دل ہے۔اور اس کے بند ہوتے ہی حواس جسم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔لہذا ذکر کے وقت قلب کی جانب متوجہ رہنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ذکر کا اثر روح انسانی تک پہنچتا ہے۔

تعلیم اذکار کا مقصد روح انسانی کی آراستگی ہے۔مگر روح تک اثر کا براہ راست پہنچنا ویسا ہی دشوار ہے جیسا کسی کا سیدھے راستہ کو چھوڑ کر ٹیڑھا اور دشوار گذار راستہ اختیار

کرنا۔اس لیے صوفیائے کرام نے اپنی تعلیم جسم کے لیے اس کو مناسب سمجھا کہ جسم انسانی اورحواس خمسہ ظاہری کی راہ سے پہلے روح کی اصلاح کی جائے۔ام الدماغ کے قریب قوت حافظہ اورقوت متخیلہ جمع ہیں۔اس لیے جب دل کی جانب متوجہ ہوکر زبان سے ذکر جہری کیا جاتا ہے تواس سے دو فائدے مترتب ہوتے ہیں۔

اول۔ تو یہ کہ روح انسانی درجہ بدرجہ تعلیم پاتی ہے اور آراستہ ہوتی ہے۔

دوئم۔ یہ کہ بسبب دل و دماغ میں آپس میں تعلق ہونے کے یہ ذکر حافظہ میں محفوظ ہو جائے اور خیال میں پختگی پیدا کرے۔ضرب کا یہ فائدہ ہے کہ دل میں دو سوراخ ہوتے ہیں۔ایک تحتانی اور دوسرا فوقانی۔ان دونوں کے درمیان ایک جھلی ہے۔ضرب لگانے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کا ذکر دل پر ہر دو جانب ایسا اثر کرے کہ کوئی حجاب باقی نہ رہے۔''

☆☆☆☆☆☆

نسبت

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے مختلف سلاسل کی نسبتوں کی خصوصیتیں بیان فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ

سہروردیہ:

''نسبت سہروردی میں محویت کا سوندھا پن زیادہ ہوتا ہے۔

قادریہ:

نسبت قادریہ میں انوار وانکشافات کی زیادتی ہوتی ہے۔

نقشبندیہ:

نسبت نقشبندیہ میں حزن وملال کی ملاحت بہت ہے۔

چشتیہ:

نسبت چشتیہ میں ذوق وشوق کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے''۔

☆☆☆☆☆☆

مجاہدہ

ایک مرتبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ کچھ لکھنے کے لیے حکم ہوا۔ ایک جزو کے قریب لکھا۔ فراغت کے بعد باتیں ہوتی رہیں۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے ضرورت مجاہدہ پر حسب ذیل تقریر فرمائی۔

''انسان جب اپنے گھر سے نکل کر باہر جاتا ہے اور جب اتنی دور نکل جاتا ہے کہ گھوم کر دیکھنے سے گھر نظر نہیں آتا تو صرف سامنے کی طرف دیکھنے لگتا ہے۔ افسوس ہے دنیا والوں پر جن کی نظر دنیا کی گذشتہ لذات میں مقید رہتی ہے اور آئندہ کی فکر وہ لوگ نہیں کرتے ۔ یہ کرایہ کا ٹٹو یعنی جسم بجائے اس کے کہ ہماری خدمت کرے الٹے ہم ہی سے خدمت لیتا ہے۔ اور خدمت لے کر یہ پیچھا نہیں چھوڑتا ہے۔ زیادہ خدمت کی جائے تو سرکشی کرتا ہے۔ دولتی چلاتا ہے۔ اب وہ ہاتھ آنے والا نہیں۔ اس ٹٹو سے آگے کا سفر جاری رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ سفر میں جانے سے جو منفعت حاصل ہونے والی تھی وہ موقوف ہوئی۔ اور تم مفت دقت اٹھانے لگے۔ اب اس سرکش ٹٹو کا علاج کسی چابک سوار کے حوالہ کر دینا بہتر ہوگا وہ بھوک اور ریاضت کے چابک سے اس کا کس بل نکال دے۔ اور اسے سیدھا کر کے اسے کام کا بنا دے''۔

☆☆☆☆☆☆

تقوی

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا

''تقوی کے چند اقسام ہیں

۱۔ **عوام کا تقوی**۔ یہ ترک کفر و شرک ہے۔

۲۔ **متقیوں کا تقوی**۔ یہ ترک معاصی اور منہیات شرعیہ سے پرہیز و اجتناب ہے۔

۳۔ **خواص کا تقوی**۔ یہ عبادات و ریاضات میں خطرات و وساوس کا قلع قمع کرنا ہے۔

۴۔ **اخص الخواص کا تقوی**۔ یہ سب سے ارفع و اعلی اور حق تعالی کی نگاہ میں سب سے زیادہ مقبول و برگزیدہ ہے۔ یہ لوگ شب و روز ہر لحظہ ترک ما سوای اللہ سے متصف رہتے ہیں ۔ اور خطرات دنیا ان کے قلب میں کسی وقت کسی حالت میں وارد نہیں ہوتے''۔

☆☆☆☆☆☆

﴿......حواشی......﴾

از

سید محمد صباح الدین چشتی منعمی

[۱]۔مغلوب الحال۔اس شخص کو کہتے ہیں جس کی عقل پر حال غالب آجائے اور اختیار مسلوب ہوجائے ۔

[۲]۔ابوالحال۔حالتیں جس کے قابو میں ہوں وہ ابوالحال ہے۔

[۳]۔غوث دوراں/قطب ارشاد۔رجال الغیب کی جماعت کے سردار۔دیوان اولیا کے سب سے اونچے عہدہ پر فائز ذات۔

[۴]۔حضرت خضر علیہ السلام۔حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے اس واقعہ سے امام قشیری رضی اللہ عنہ وغیرہ نے استدلال فرمایا ہے۔اس میں حضرت سید شاہ حسین الدین احمد منعمی علیہ الرحمہ نے آپ کو ولی کے طور پر استدلال کیا ہے۔۔اس کے بارے میں تین قول ہے۔(۱) نبی ہیں (۲) ولی ہیں (۳) فرشتہ ہیں۔فرشتہ ہونے کے بارے میں اقضی القضاۃ ماوردی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ قول نہایت غریب ضعیف یا باطل ہے۔صوفیہ کرام کی جماعت یہ کہتی ہے کہ آپ ولی تھے، نبی نہیں تھے۔علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہ مختار قول کے خلاف ہے۔مگر اکثر کا مذہب یہ ہے کہ وہ نبی تھے۔شیخ ابو عمرو ابن الصلاح نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے کہ وہ نبی ہیں۔ابوالقاسم القشیری نے اپنے رسالہ میں فرمایا کہ حضرت خضر نبی نہیں تھے وہ ولی تھے۔ابواسحٰق الثعالبی المفسر نے فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام تمام اقوال کے مطابق نبی معمر محجوب عن الابصار (عمر دراز، نظروں سے پوشیدہ نبی ہیں) علامہ نووی نے فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی علی المشہور عند العلما۔مشہور قول یہ ہے کہ علما کے نزدیک وہ نبی ہیں۔(بستان العارفین، امام نووی)

نبوت، رسالت، حیات کے بارے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر حقیقت یہ
ہے کہ آپ کی ملاقاتیں کثیر صوفیہ کرام سے ہوئی ہیں۔

اس سلسلہ میں اس کا تذکرہ مفید ہوگا کہ حضور خواجۂ بہار حضرت سید شاہ عطا حسین
فانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حضرت خضر علیہ السلام سے مکہ کے راستہ میں ملاقات ہوئی تھی
۔ایک گھنے جنگل میں، جس میں لوگوں کا گذر بہت کم ہوتا تھا۔ آپ نے حضرت خضر علیہ
السلام سے استفسار فرمایا کہ حضور آپ کی نبوت، ولایت، بری و بحری خدمات کے بارے
میں لوگوں میں بہت اختلاف ہے حقیقت کیا ہے؟ آپ نے جواب مرحمت فرمایا کہ خضر نبی
ہے ولی نہیں۔ اللہ تعالی نے اپنے فضل عمیم اور کرم فخیم سے مجھے نبوت و ولایت اور بری و بحری
دونوں خدمتیں عطا فرمائی ہیں۔ میری نبوت، نبوت احمد ﷺ میں ضم ہوگئی ہے۔ یعنی میں دین
وشریعت محمد ﷺ کا معین و مددگار رہوں۔ ملفوظات عطا (قلمی) / مجلس ۳۰

[۵]۔ مستغفرین بالاسحار۔ سحر کے وقت توبہ استغفار کرنے والے۔ قرآن میں الصٰبرین
والصٰدقین والقنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار () ۳/۱۷ انہی
لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔

[۶]۔ صلوۃ اوابین۔ یہ مستحب نماز ہے۔ مغرب کے بعد چھ رکعات ہیں۔ اس کے تعلق سے
حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ ''جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھے اور ان کے درمیان
کوئی بری بات نہ کہے تو بارہ برس کی عبادت کے برابر لکھی جائیں گی''۔ صحیح ترمذی

[۷] قبض وبسط: قبض وبسط دو حالتیں ہیں۔ جن میں انسان کی کوشش کو کچھ دخل نہیں کیوں کہ
اس حالت کا آنا کسی کسب و کوشش کی وجہ سے ہوتا ہے نہ اس کا جانا کسی کسب و کوشش سے ہوتا
ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ الله یقبض و یبسط اللہ تعالی قبض کر لیتا ہے اور کھول دیتا ہے

۔پس قبض سے مراد حجاب کی حالت میں دل کا قبض کر لینا اور بسط سے مراد کشف کی حالت
میں دلوں کو کھولنا۔ یہ حالتیں بندہ کی کوشش کے بغیر من جانب اللہ ہوتی ہیں (کشف المحجوب
ص ۵۵۴)

[۸] حال۔ حال ایک کیفیت ہے جو بلا ارادہ اور بغیر کوشش کے انسان کے دل پر طاری ہوتی
ہے۔ مثلاً طرب، غم، بسط، قبض، شوق، بے قراری، ہیبت واحتیاج وغیرہ (رسالہ قشیریہ) ابو
نصر سراج طوسی فرماتے ہیں: احوال کے معنی یہ ہیں وہ پاک وصاف اذکار جو دل پر وارد
ہوتے ہیں۔ یا جن میں دل وارد ہوتا ہے۔ جنید بغدادی فرماتے ہیں: حال دل پر اترنے
والی ایک کیفیت ہے جو دائمی نہیں ہوتی۔ جو حال مجاہدات، عبادات، ریاضات کے ذریعہ
حاصل ہوتا ہے۔ وہ ان مقامات کی طرح نہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔
مثلاً مراقبہ، قرب، محبت، شوق، انس، اطمینان، مشاہدہ، اور یقین وغیرہ (اللمع فی التصوف)

[۹] مقام۔ مقام آداب صوفیہ کی اس منزل کو کہتے ہیں جسے بندہ خدا کی طرف سے حاصل
کرتا ہے۔ لہذا ہر شخص کا مقام وہ ہے جہاں اس وقت اس کا قیام ہے۔ (رسالہ قشیریہ ص
۲۰۰) ان تمام احوال میں جن میں بندہ بارگاہ رب العزت میں کھڑا ہوتا ہے۔ مثلاً عبادات
، مجاہدات، ریاضات بندے کا کھڑا ہونا اور پھر اللہ ہی کا ہو رہنا مقام کہلاتا ہے۔ (اللمع فی
التصوف ص ۸۰) اسی طرف اشارہ ہے و ما منا الا و لہ مقام
معلوم (الصافات: ۱۶۴) ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقررہ مقام ہے۔ مقامات یہ ہیں
۔توبہ، ورع، زہد، فقر، صبر، رضا، توکل وغیرہ

[۱۰] مقام تکوین و تمکین: جب تک صوفی راستہ میں رہتا ہے صاحب تکوین کہلاتا ہے۔ اس
کے لیے وہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بلند ہو جاتا ہے۔ اور ایک وصف سے

دوسرے وصف کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔اور اپنے کوچ کرنے کی جگہ سے نکل کر اپنے مقام پر آتا ہے۔اور جب اپنے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کو تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔صاحب تلوین ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے۔اور صاحب تمکین کا اپنے مقام تک پہنچنے کے بعد اتصال کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے ہمہ تن غافل رہتا ہے۔(رسالہ قشیریہ ص ۲۲۹)